لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

ڈاکٹر محمد اقبال

بنام

مولانا سید سلیمان ندوی

میرے نزدیک اقوام کی زندگی میں قدیم ایک ایسا ہی ضروری عنصر ہے جیسا کہ جدید بلکہ میرا ذاتی میلان قدیم کی طرف ہے میں دیکھتا ہوں کہ اسلامی ممالک میں عوام اور تعلیمیافتہ لوگ دونوں طبقے علوم اسلامیہ سے بے خبر ہیں۔ اس بے خبری سے آپ کی اصطلاح میں یورپ کے معنوی استیلاء کا اندیشہ ہے جس کا سدِ باب ضروری ہے۔

میرا ایک مدت سے

یہ عقیدہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمان جو سیاسی اعتبار سے دیگر ممالک اسلامیہ کی کوئی مدد نہیں کر سکتے دماغی اعتبار سے ان کی بہت کچھ مدد کر سکتے ہیں۔ کیا عجب کہ اسلامی ہند کی نگاہوں میں ندوہ علی گڑھ سے زیادہ کار آمد ثابت ہو۔"

(مفصل مضمون ص۴ پر)

تعلیم القرآن

اللہ پر ایمان: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ (نساء: ۲۰)

(اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو ایمان لاؤ اللہ پر۔)

ہم دنیا کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتے ہیں تو بڑے بڑے شہر، عالی شان عمارتیں، ریل اور موٹر، قسم قسم کے کپڑے، بڑی اور چھوٹی مشینیں اور ان سب کے سوا بہت سی چیزیں نظر آتی ہیں۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ یہ چیزیں خود بخود نہیں بن گئی ہیں، بلکہ کسی بنانے والے نے ان کو ضرور بنایا ہوگا۔ اسی طرح ساری دنیا پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ معمولی چیزیں کسی کے بنائے بغیر نہیں بن گئیں تو یہ زمین، آسمان، پہاڑ، چاند، سورج، ستارے، سبز سبز گھاس، رنگ رنگ کے پھول، طرح طرح کے جانور، بہتے ہوئے دریا اور سمندر، کیا کسی بنانے والے کے بغیر بن گئے؟ یہ خود اپنے آپ کو دیکھنا چاہیے یہ ہاتھ، پیر، آنکھ، ناک، کان، اس خوبصورتی اور ترتیب کے ساتھ کیا خود ہی پیدا ہو گئے۔

جاڑے، گرمی اور برسات کا اپنے اپنے وقت سے آنا اور جانا، دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کا نکلنا کیا کسی قاعدہ اور انتظام کے بغیر ہے!

ہم مسلمان یقین رکھتے ہیں کہ جس نے دنیا کے پورے کارخانے کو بنایا اور خاص ترتیب سے چلایا وہی ہمارا اللہ ہے۔ مسلمان ہونے کے لئے پہلی اور ضروری بات یہی ہے کہ ہم اس خدا کو مانیں!

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ، ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ	وہ تمہارا پروردگار ہے ہر چیز کا پیدا کرنے والا، یہ سب کچھ جاننے والے خدا کا اندازہ ہے۔
صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ	یہ خدا کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو ٹھیک بنایا۔ (دہ)

ہمارا یہ خدا کیسا ہے؟ سنو!

هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ	وہ زندہ سب کا کام پورا کرنے والا ہے، اس کو نہ اونگھ پکڑتی ہے اور نہ نیند!
يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ	وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے
هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ	وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔
لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	زمین اور آسمان کی کنجیاں اسی کے قبضے میں ہیں
وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا	نہیں ہے زمین پر کوئی چوپایہ مگر اللہ پر ہے اس کا رزق
لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ	وہ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا ہے۔
لَطِيْفٌ بِعِبَادِهٖ	وہ اپنے بندوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتا ہے
لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ	نیکی کرنے والوں کی محنت ضائع نہیں کرتا ہے!

خدا ایک ہے، اکیلا ہے، اس جیسا دوسرا کوئی نہیں!

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (انبیاء)	اگر زمین اور آسمان میں ایک خدا کے سوا اور بھی ہوتے تو زمین اور آسمان برباد ہو جاتے۔

بربادی اس طرح ہوتی جیسے ایک کہتا پانی برسے، دوسرا چاہتا کہ دھوپ نکلے، ایک کسی کو زندہ رکھنا، دوسرا اس کو مارنا، نتیجہ یہ ہوتا کہ سب بنا بنایا کارخانہ خاک میں مل جاتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ خدا ایک ہی ہے!

جو لوگ اس خدا کو چھوڑ کر دوسروں کو پوجتے ہیں، مثلاً بت، پتھر، لکڑی، درخت، دریا اور جانور کو خدا بناتے ہیں، ان میں خدا کی کوئی شان نہیں ہے، نہ وہ کسی کو مار سکتے ہیں اور نہ زندہ کر سکتے ہیں، نہ کسی بیمار کو تندرست کر سکتے ہیں، نہ کسی کو کچھ دے سکتے ہیں، یہ تو خود ہمارے ہی ہاتھ کے بنائے ہوئے ہیں!

وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا، وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ	وہ مرنے اور جینے کے مالک نہیں اور نہ مر کر جی اٹھانے کے، اگر مکھی ان کی کوئی چیز چھین لے تو اس سے واپس بھی نہ لے سکیں!

مشکوٰۃ نبوت

ایمان وعمل

(ذیل میں نبی کریم ﷺ کی وہ احادیث درج ہوتی ہیں جن کا تعلق براہ راست یا بالواسطہ ایمان و عمل اور ...... آداب و اخلاق سے ہے۔ اسلام و ایمان، عمل و اخلاق کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ایک دوسرے سے وابستہ و مربوط، لازم و ملزوم کا سا رشتہ ہے، انہی پر شریعت بیضا کی اساس ہے، انہی کے مجموعہ کا نام دین ہے۔ بغیر ایمان یعنی درستی عقیدہ کے نیکی بیکار، اعمال ضائع کہ قوت عملیہ کی تکمیل قوت نظریہ پر موقوف ہے۔ قریب قریب اسی طرح قوت نظریہ کی آبیاری قوت عملیہ سے ہوتی ہے۔ بغیر عمل و اخلاص فی العمل، ایمان بیمار و ناتواں سا رہتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وہ جو ایمان لائے ہیں، انہیں چاہیے پوری طرح اللہ کی فرمانبرداری میں داخل ہو جائیں (قرآن) یعنی یہ نہیں کہ بعض باتیں مان لیں بعض رد کر دیں۔ عقیدہ صحیح ہے لیکن اس پر عملدرآمد نہیں

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

ایمان و عمل کے لئے اخلاص (حسن نیت) بمنزلہ روح کے ہے اور یہی اخلاص کی اصل ہے جسے قرآن نے عمل صالح فرمایا ہے۔ بکثرت ارشاد ہوتا ہے اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ، اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ — ایک بزرگ کا مقولہ ہے: اسلام ظاہر توحید (اقرار باللسان) ایمان یعنی توحید (تصدیق بالقلب) اور عمل صالح حقیقت توحید ہے۔ پس اسلام کی صحت ایمان اور ایمان کی صحت پر بہتر کارہ ہے)۔ (تذکرہ غوثیہ)

- ★ ایمان کا دارومدار نیتوں پر ہے۔
- ★ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے۔
- ★ خدا تمہارے ساتھ جسموں اور صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور کاموں (کے خلوص) کو دیکھتا ہے۔
- ★ تم سے کوئی مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک وہ دوسروں کے لئے بھی وہی نہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔
- ★ بہترین ایمانی حالت یہ ہے کہ تمہاری دوستی دشمنی سب اللہ کے لئے ہو۔
- ★ اللہ کو ماننے کے بعد بہترین دانائی لوگوں سے محبت کرنا ہے۔
- ★ کوئی ایسی چیز راستے میں پڑی پڑی دیکھو جو بندگان خدا کے لئے تکلیف دہ ہے تو اسے وہاں سے ہٹا دو، یہ بھی ایمان کی علامت ہے۔
- ★ اللہ کی مخلوق سے صرف اللہ کے لئے محبت کرو۔
- ★ دین، نصیحت اور خیر خواہی کا نام ہے۔
- ★ اہل ایمان سے متعلق اچھے خیالات رکھو۔
- ★ اہل ایمان کے خیالات (گمان) نیک ہوتے ہیں۔
- ★ جب تمہیں کسی نیکی سے خوشی ہو اور گناہ ہو جانے سے تکلیف، تو یہ تمہارے ایمان کی علامت ہے۔
- ★ لوگوں سے شگفتہ خاطری سے ملنا، انہیں اچھی بات بتانا، بری باتوں سے روکنا، بھولے بھٹکوں کو راہ پر لگا دینا، راستے سے کانٹا یا پتھر ہٹا دینا، یہ سب کام ثواب میں صدقہ و خیرات جیسے ہیں۔
- ★ جسے نہیں جانتے، اسے بھی سلام کرنا، غریبوں کو کھانا کھلانا، یہ اسلام کی بڑی فضیلتیں ہیں۔
- ★ کسی مسلمان کو روا نہیں کہ وہ کسی طبعی ناگواری کی بنا پر تین دن سے زیادہ اپنے بھائی کو چھوڑے رکھے۔ ملاقات ہو تو ایک دوسرے سے منہ پھیرے۔ ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام میں سبقت کرے۔
- ★ مسلمان کے مسلمان پر چار حق ہیں، سلام کا جواب، بیماری میں عیادت، جنازہ کی مشایعت، دعوت کو قبول کرنا۔

پندرہ روزہ
تعمیر حیات
دارالعلوم ندوۃ العلماء

[illegible] اپریل [illegible] ——— ۲۲ ربیع الثانی [illegible]
جلد نمبر [illegible] ——— شمارہ نمبر [illegible]

زر اشتراک (ہندوستان میں مع محصول ڈاک)

سالانہ ۱۲ روپئے — ششماہی ۶ روپئے — فی پرچہ [illegible] پیسے

بیرون ہند مع محصول ڈاک

بحری ڈاک سے: ایک پاؤنڈ ۵ شلنگ
ہوائی ڈاک سے امریکہ، کناڈا اور یوروپین ممالک: ۳ پونڈ
افریقہ، مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید کے ممالک: ۲½ پونڈ
پاکستان: ۳۰ روپئے — بنگلہ دیش: ۱۵ روپئے

اس دائرہ میں سرخ نشان ضروری اطلاع ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو گئی ہے — "تعمیر حیات" آپ اور آپ کے حلقۂ تعلق کی ایک اہم ضرورت ہے — لہٰذا اولین فرصت میں آئندہ سال کے لئے زر اشتراک [illegible] ارسال فرمائیں یا پرچہ جاری رکھنے کا ارادہ نہ ہو تو مطلع فرمائیں۔ پندرہ دن تک زر اشتراک یا معافی کی اطلاع نہ آنے کی صورت میں پرچہ وی پی سے روانہ کیا جائے گا جس کی وصولیابی آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔ وی پی کے زائد مصارف خریدار کے ذمہ ہوں گے۔
براہ کرم خط و کتابت و منی آرڈر کوپن پر اپنا مکمل پتہ اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرما دیا کیجئے۔

اس شمارے میں

تعلیم القرآن، مشکوٰۃ نبوت، اداریہ، اقبال کی صبح فکر، وہ جو بیچتے تھے دوائے دل، ہمارا نظام تعلیم، سی آئی اے کی تخریب کاریاں، مسلمان اور قرآن، محسن انسانیت نے فرمایا، مولانا ابو الکلام آزاد، علم اور شخصیت، ایک عظیم داعی وغیرہ

پرنٹر، پبلشر مسئول محمد حسنی نے [illegible] آفسیٹ پرنٹنگ پریس
[illegible] سے طبع کرا کر
دفتر "تعمیر حیات" ندوہ پوسٹ بکس ۹۳، لکھنؤ سے شائع کیا۔

اڈیٹر: اسحاق جلیس ندوی

کتابت: [illegible]

قابل توجہ!

"تعمیر حیات" کی قیمت اشاعت صرف کم رکھی گئی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ حضرات مستفید ہو سکیں۔ اس لئے اہل استطاعت حضرات سے پرزور گزارش ہے کہ وہ عطیات عنایت فرما کر دینی لٹریچر کی نشر و اشاعت اور ادارہ کی اعانت میں حصہ لیں۔ ان حضرات کی خدمت میں "تعمیر حیات" بلا معاوضہ ارسال کیا جائے گا۔

معاونین خصوصی و لائف ممبر: ۵۰۰ — معاونین: ۲۵۰/-

تعمیر حیات

(اسحاق جلیس ندوی)

فاصلے گھٹ رہے ہیں

عصر جدید فتوحات، ایجادات اور انکشافات کے لحاظ سے انسانی تاریخ میں ایک مخصوص مقام اور امتیاز رکھتا ہے۔ سائنس اور ٹکنالوجی کی حیرت انگیز ترقی کے اس دور میں انسان روز روز ایجادات کی تسخیر سے آگے بڑھ کر کائنات کے مخفی اسرار کو منکشف کرنے کی تگ و دو میں شب و روز مصروف ہے۔ وہ خلا میں پلیٹ فارم بنا رہا ہے، چاند پر کمندیں ڈال رہا ہے، مریخ کی طرف سرگرم سفر ہے، سمندر کی تہ میں اور آسمان کی وسعتوں میں وہ اپنا نشیمن بنانے میں مصروف ہے۔

اس نے گزشتہ دو تین صدیوں میں نہ صرف نئے ممالک، نئی آبادیاں اور قومیں دریافت کی ہیں بلکہ نئے براعظم کا سراغ بھی لگا لیا ہے۔ [illegible] دور دراز کی مسافت جس کو طے کرنے میں اس کے پیشرو انسان کو مہینوں لگ جاتے تھے وہ گھنٹوں میں طے کر رہا ہے۔ پوری دنیا کی سیاحت آج کے انسان کے لئے کوئی مشکل مسئلہ اور ناقابل حل کارنامہ نہیں رہا۔ بلکہ وہ اپنے ذوق سفر کی تسکین کے لئے اس کرۂ ارض کے علاوہ دوسرے سیاروں تک رسائی کے لئے مستعد و تیار ہے۔ عصر جدید کے تیز رفتار اور برق رفتار وسائل سفر نے پوری دنیا کو گھر آنگن بنا دیا ہے۔ ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک براعظم سے دوسرے براعظم تک جس آسانی سے آج پہنچا جا سکتا ہے اس کا تصور تک چند صدیوں پہلے ممکن نہیں تھا۔ ہمارے ملک میں روزانہ سیکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں غیر ملکی سیاح، مختلف حکومتوں کے سربراہ اور عہدہ دار، تاجر اور علمی، ثقافتی اور تجارتی وفود کی آمد و رفت جاری رہتی ہے۔

اس ماہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں الجزائر کے ادیب اور صحافی اور روس کے ایک ڈیلیگیشن تشریف لائے، ان سے بڑی دلچسپ گفتگو رہی اور اس تبادلۂ خیال سے بہت سے [illegible] ایک دوسرے کے جذبات اور اپنے اپنے ملکوں کی جانب والی علمی، دینی، تعلیمی اور ثقافتی خدمات اور طریقۂ کار کا علم ہوا۔

۱۰ اپریل کی صبح نے تو اجلاس ندوۃ العلماء کی [illegible] جھلک پیش کر دی۔ اس روز مملکت سعودی عرب کے سفیر برائے ہند [illegible] عبد الرحمن [illegible] کی قیادت میں [illegible] سینیگال، شام، متحدہ عرب امارات [illegible] ممالک کے سفراء ندوہ تشریف لائے۔ [illegible] اور اساتذہ و طلبہ کی [illegible] ندوۃ العلماء کے وسیع [illegible] میں [illegible] مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی نے عربی میں خیر مقدمی تقریر کی جس میں انہوں نے ندوۃ العلماء کے اغراض و مقاصد اور خدمات کا معزز مہمانوں سے تعارف کرایا، اس کا انگریزی ترجمہ جناب [illegible] صاحب صدیقی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء نے کیا۔ اس خیر مقدم کا جواب مہمان سفراء کی طرف سے [illegible] سفیر صاحب نے بہت اچھے انداز میں دیا۔ انہوں نے اس موقع پر حضرت مولانا سید ابو الحسن علی صاحب ندوی کی [illegible] خدمات [illegible] کا اظہار کیا [illegible] اور عالم اسلام کی [illegible] اسلامی کانفرنس میں شرکت کے پروگرام کو ملتوی کر رہا ہے۔

بعد ازاں کتب خانہ ندوہ، علمی [illegible] مجلس تحقیقات و نشریات اسلام اور ندوۃ العلماء کے دیگر شعبوں کا معائنہ کیا اور ندوہ میں آکر ان کی ظاہری وسعت و دلکشی اور علمی و تعمیری و دینی و علمی خدمات پر اپنی خوشی اور [illegible] کا اظہار فرمایا۔

ندوہ کی تاریخ میں ۱۰ اپریل [illegible] کی تاریخ ناقابل فراموش ہے جس روز ایک وقت [illegible] ممالک کے معزز سفراء یہاں تشریف لائے اور افریقہ، مشرق وسطیٰ، مشرق بعید کے [illegible] ممالک کے [illegible] جس سے [illegible] سنگم [illegible] ہو گئے۔

[illegible] ایک [illegible] ہے کہ [illegible] دنیا [illegible] کی [illegible] اور [illegible] مسلم ممالک کے [illegible] اور [illegible] کے [illegible] کے [illegible] ملکی [illegible] اور [illegible] کو [illegible]

"[illegible] زبان [illegible]"

[illegible]

اقبالؒ جو کچھ تھے انھیں اس سے مختلف ثابت کرنا علمی بددیانتی ہوگی

کیپٹن محمد نعمان

"اقبال رجعت پسند تھا، اقبال ملائیت کا علمبردار تھا" اور اسی نوع کے دوسرے فقرے بعض دانشوروں کے بیان سننے میں آتے ہیں۔ اقبال کے خطوط کے مطالعے سے پہلے میرا خیال تھا کہ شاید یہ دانشور اقبال کو پوری طرح سمجھ نہیں پائے ورنہ اقبال تو بڑا روشن خیال واقع ہوا ہے۔ لیکن خطوط نے مجھے نئے انداز سے سوچنے پر مجبور کر دیا۔ اقبال کے خطوط میں یہ فقرہ پڑھ کر میں چونکا

"مسلمانوں کا مغرب زدہ طبقہ نہایت پست فطرت ہے"

(بنام مولانا سید سلیمان ندویؒ)

مولانا سید سلیمان ندویؒ کے نام اقبال نے بے شمار خطوط لکھے ہیں اور ان سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اقبال "ملا" تھے۔ اب چاہے آپ اسے اقبال کی تعریف سمجھیں یا کچھ اور۔ آپ اقبال سے اختلاف کر سکتے ہیں لیکن اقبال جو کچھ تھے انھیں اس سے مختلف ثابت کرنا علمی بددیانتی ہوگی۔

اقبال کے خطوط سے ہی ان کی شخصیت کے مختلف گوشوں کے بارے میں جاننے کا موقع ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اقبال نے خطوط برائے اشاعت نہیں لکھے تھے۔ ان خطوط میں ایک تو ذاتی، علم دوست، نہایت حساس اور اسلام کے بارے میں شدید تڑپ کا اظہار کرنے والی شخصیت کا سراغ ملتا ہے۔

وہ سید سلیمان ندویؒ کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ میرے دل میں ممالک اسلامیہ کے موجودہ حالات دیکھ کر بے انتہا اضطراب پیدا ہو رہا ہے۔ ذاتی لحاظ سے خدا کے فضل و کرم سے میرا دل پورا مطمئن ہے۔ یہ بے چینی اور اضطراب محض اس وجہ سے ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ نسل گھبرا کر کوئی اور راہ اختیار نہ کرلے۔ حال ہی میں ایک [illegible] سے ملنے کا اتفاق ہوا، فرانسیسی خوب بولتا تھا مگر اسلام سے قطعاً بے خبر تھا۔ اس قسم کے واقعات مشاہدہ میں آتے ہیں تو سخت تکلیف ہوتی ہے۔"

ایک اور خط میں لکھتے ہیں۔

"اسلام اس وقت عجیب کشمکش میں ہے۔ جمہوریت [illegible] تھا جو [illegible] ہے اور اس کی جگہ [illegible] قائم [illegible] قومیت کی پرستش کی تعمیر [illegible] ہے، [illegible] کے خلاف [illegible] ہو رہا ہے۔ تہذیب و تمدن [illegible] حالت نزاع میں ہے"

[illegible] نظام عالم ایک نئی تشکیل کا محتاج ہے۔ ان حالات میں آپ کے خیال میں اسلام اس جدید تشکیل کا کہاں تک ممد ہو سکتا ہے۔ اس بحث پر اپنے خیالات سے مستفیض فرمائیے اور اگر کوئی کتابیں ایسی ہوں جن کا مطالعہ اس ضمن میں مفید ہو تو ان کے ناموں سے آگاہ فرمائیں۔"

یہ دو مختلف خطوط کے اقتباسات ہیں اور ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال صرف برصغیر کے مسلمانوں سے امیدیں لگائے بیٹھے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مولانا ندویؒ کے نام ایک اور خط میں یوں رقمطراز ہیں۔

"میرے نزدیک اقوام کی زندگی میں قدیم کا ایسا ہی ضروری عنصر ہے جیسا کہ جدید بلکہ میرا ذاتی میلان قدیم کی طرف ہے۔ مگر یہ دیکھتا ہوں کہ اسلامی ممالک میں عوام اور تعلیم یافتہ لوگ دونوں طبقے علوم اسلامیہ سے بے خبر ہیں۔ اتنا بے خبر کہ آپ کی اصلاح میں یورپ کے مستقبل کا اندیشہ

بلکہ پورے عالم اسلام میں اسلام سے دوری پر کس درجہ بے چین تھے۔ یورپ کی تقلید کرنے والے نوجوانوں کو دیکھ کر انہیں بے حد دکھ ہوتا تھا۔ پھر وہ اس بات پر بھی مضطرب تھے کہ وہ مغربی تہذیب کو پوری دنیا کی اخلاقی نشوونما کے لئے سب سے بڑا خطرہ سمجھتے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ یہ تمدن مسلم ممالک کو اخلاقی اعتبار سے کھوکھلا کر دینے کے علاوہ سب دینے کے قابل نہیں۔ اسلام عصر حاضر کے مسائل کو کس طرح سلجھا سکتا ہے اس بارے میں ان کا تجسس قابل توجہ ہے۔ وہ [illegible] سے علمی رہنمائی کے طلبگار نظر آتے ہیں۔ عالم اسلام کی علمی قیادت کے لئے وہ

ہے جس کا سد باب ضروری ہے۔ میرا ایک مدت سے یہ عقیدہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمان جو دنیاوی اعتبار سے دیگر ممالک اسلامیہ کی کوئی مدد نہیں کر سکتے، ذہنی اعتبار سے ان کی بہت کچھ مدد کر سکتے ہیں۔ کیا عجب کہ اسلامی ہند کی آئندہ نسلوں کی نظروں میں وہ علمی اعتبار سے [illegible] ثابت ہو۔"

جہاں اقبال مولانا ندوی کو علمی رہنمائی کا کام انجام دیتا دیکھنا چاہتے تھے وہاں وہ اس بات سے بھی بے خبر نہ تھے کہ علمی [illegible] مغربی علوم کے ماہر مسلمان علماء کے دلوں میں اسلام کے لئے ایک درد موجود ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ علماء وہاں جاکر طلبہ کو اسلام کے بارے میں بتائیں۔ اپنے ایک خط میں وہ مولانا عبدالماجد دریابادی کو لکھتے ہیں۔

"آپ کبھی کبھی علی گڑھ جایا کریں اور مذہبی مضامین پر طالب علموں سے گفتگو کریں تو نتائج بہت اچھے ہوں گے۔ باوجود بہت سی مخالف قوتوں کے جو ہندوستان میں مذہب کے خلاف اور بالخصوص اسلام کے خلاف اس وقت عمل کر رہی ہیں مسلمان نوجوانوں کے دلوں میں اسلام کے لئے تڑپ ہے لیکن افسوس کہ کوئی آدمی ہم میں نہیں جس کی زندگی قلوب پر موثر ہو۔"

اقبال نے محض لکھنے کی حد تک کام نہیں کیا بلکہ عملی طور پر ایک علمی اور اسلامی مرکز کے قیام کے لئے کوشش بھی کی۔ ان کی کوششوں کے نتیجے میں دارالاسلام پٹھانکوٹ کا قیام عمل میں آیا۔ چودھری نیاز علی خاں صاحب نے جو پنجاب کے خوشحال زمیندار تھے اور اقبال کے قریبی دوستوں میں سے تھے اس مقصد کے لئے اپنی زمین وقف کر دی تھی۔ ان کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"اسلام کے لئے اس ملک میں نازک زمانہ آرہا ہے جن لوگوں کو کچھ احساس ہے ان کا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کے لئے ہر ممکن کوشش اس ملک میں کریں۔ انشاءاللہ آپ کا ادارہ اس مقصد کو احسن وجوہ پورا کرے گا۔ علماء میں مداہنت آگئی ہے۔ یہ گروہ حق کہنے سے ڈرتا ہے۔ صوفیا اسلام سے بے پروا اور حکام کے تصرف میں ہیں۔ اخبار نویس اور آج کل کے تعلیم یافتہ لیڈر خود غرض ہیں اور ذاتی منفعت اور عزت کے سوا کوئی مقصد ان کی زندگی کا نہیں۔ عوام میں جذبہ موجود ہے مگر ان کا کوئی بے غرض راہنما نہیں ہے۔"

اس ادارے کو اقبال نے باہر کی دنیا میں بھی متعارف کرادیا۔ اس ادارے کے بارے میں علامہ مصطفیٰ المراغی شیخ الازہر کو لکھتے ہیں:

"ہم نے ارادہ کیا ہے کہ علوم جدیدہ کے چند فارغ التحصیل حضرات اور چند علوم دینیہ کے ماہرین کو یہاں جمع کریں۔ یہ ایسے حضرات ہوں جن میں اعلیٰ درجہ کی ذہنی صلاحیتیں موجود ہوں اور وہ اپنی زندگیاں دین اسلام کی خدمت کے لئے وقف کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ہم ان کے لئے تہذیب حاضرہ کے شور و شغب سے دور ایک گوشے میں [illegible] بنانا چاہتے ہیں جو کہ ان کے لئے ایک علمی اسلامی مرکز ہو [illegible] ایک [illegible] قائم کرنا چاہتے ہیں [illegible]

ڈاکٹر اقبالؒ کی وفات پر مولانا سید سلیمان ندویؒ کے تاثرات

"وہ ہندوستان کی آبرو، مشرق کی عزت اور اسلام کا فخر تھا۔ آج دنیا ان ساری عزتوں سے محروم ہوگئی۔ ایسا عارف فلسفی، عاشق رسول شاعر، فلسفۂ اسلام کا ترجمان اور کاروان ملت کا حدی خواں صدیوں کے بعد پیدا ہوا تھا اور شاید صدیوں کے بعد پیدا ہو۔ اس کے دھن کا ہر ترانہ بانگ درا، اس کے جان حزیں کی ہر آواز زبور عجم، اس کے دل کی ہر فریاد پیام مشرق، اس کے شعر کا ہر پرواز بال جبریل تھا۔ اس کی فانی عمر گو ختم ہوگئی لیکن اس کی زندگی کا ہر کارنامہ جاوید نامہ ہے جو انشاء اللہ باقی رہے گا۔ امید ہے کہ ملت کا یہ خوش نوا شاعر اب عرش الٰہی کے سایہ میں ہوگا اور قبول و مغفرت کے پھول اس پر برسائے جارہے ہوں گے۔

کہنے کو تو ہم میں ملت کے غمخوار بہت ہیں مگر ملت کے دوست [illegible] کی قلت، اگر [illegible] یہ ہے کہ نئی تعلیم نے اپنے ساتھ ستر برس کے طویل عرصہ میں دو ہی سچے مسلمان شخص پیدا کیے، ایک محمد علی مرحوم اور دوسرا اقبال مرحوم، دونوں مرحوم پر خدا کی بڑی رحمت ہو، ان کے دلوں میں اسلام کا عشق سوز تھا، اور رسول صلعم کے ساتھ سچا عشق، نئے زمانہ کی چمک آب و تاب اور نئے تمدن کی ظاہری چمک دمک سے ان کی آنکھیں خیرہ نہ تھیں۔ آفتاب اسلام کی ضیا باری کے مقابلے میں ان کے سامنے جدید تہذیب و تمدن اور زمانۂ حال کی تجدیدات کی نئی روشنی موم کے مصنوعی نور سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی تھی، خدا ان کی قبروں کو نور سے بھر دے۔

اقبالؒ! ہندوستان کا فخر، اسلامی دنیا کا ہیرو اقبال، فضل و کمال کا پیکر اقبال، حکمت و معرفت کا دانا اقبال، کاروان ملت کا رہنما اقبال، رخصت! رخصت!! الوداع! الوداع!!"

کی نئی اور جداگانہ کتاب موجود ہو اور اس کی زبان بھی کے لئے ہر ایک اپنا اعتبار ہو کافی اور جامع ہو، اور قرآن حکیم پر بصیرت تامہ رکھتا ہو اور نیز انقلاب دور حاضرہ سے بھی واقف ہو حضور کی چاہتے ہیں کہ وہ ان کو کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روح سے واقف کرے اور فکر اسلامی کی تجدید جدید فلسفہ و حکمت [illegible] مدد کرے تاکہ وہ اپنے علم اور تحریروں کے ذریعے قرون اولیٰ کے دوبارہ زندہ کرنے میں مدد کر سکیں۔"

یہ کہا جا سکتا ہے کہ اقبال اسلام کے بارے میں تحقیق اور اسلامی فکر کے مطابق موجودہ علوم و فنون کو ڈھالنے کے لئے ایک مرکز کا قیام چاہتے تھے۔ اقبال اس موضوع پر [illegible] لکھتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اقبال تحقیق کے میدان میں یورپی مستشرقین اور ان کے مآخذ کے بارے میں بیزار رہتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ وہ اسلامی مرکز قائم کرنے کی فکر میں تھے۔ حافظ فضل الرحمن انصاری صاحب کے نام ایک خط میں جو کہ انہوں نے یورپ میں اسلام پر تحقیق کرنے کے بارے میں لکھا تھا یوں جواب دیتے ہیں۔

"جہاں تک اسلامی لٹریچر کا تعلق ہے فرانس، جرمنی، انگلستان اور اٹلی کی یونیورسٹیوں کے اساتذہ کے مقاصد خاص ہیں جن کو عالمانہ تحقیق اور احقاق حق کے ظاہری طلسم میں چھپایا جاتا ہے۔ سادہ لوح مسلمان طالب علم اس طلسم سے متاثر ہو کر گمراہ ہو جاتا ہے۔ ان حالات میں آپ کے چند مقاصد پر نظر رکھتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے لئے یورپ جانا بے سود ہے۔"

اس میں شک نہیں کہ اقبال نے برصغیر کے مسلمانوں کی سیاسی زندگی میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ وہ مسلمانوں کی سیاسی حالت پر بہت رنجیدہ تھے [illegible] برصغیر کے مسلمانوں کی زندگی میں اسلام نے اہم کردار انجام دیا ہے اور جب بھی کبھی مشکل وقت آیا ہے تو اسلام ہی نے مسلمانوں کو بچایا ہے [illegible] اس کے برعکس وہ اس بات کو بھی [illegible] سمجھتے تھے کہ [illegible] کو سیاسی حد پر [illegible] دیکھا جانا چاہئے جس کو وہ [illegible] اقبال اس نوعیت کی سیاسی آزادی کے خواہاں تھے جس سے مسلمانوں کی مذہبی زندگی [illegible] اسلام کی حفاظت [illegible] جو کہ وہ لکھتے ہیں۔

"میرے نزدیک [illegible] اسلام [illegible] اگر ہندوستان [illegible] کا مقصد [illegible] اور خلافت اسلامی [illegible] [illegible]

معلوم ہوتا ہے تو مسلمان اپنے مقاصد میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ یہ بات بھی قابل توجہ ہے [illegible] سیاسیات حاضرہ کے [illegible] سے ہندوستان کی سیاسیات [illegible] جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے خود مذہب اسلام کے لئے ایک خطرہ عظیم ہے۔ میرے خیال میں [illegible] کا خطرہ اس خطرے کے مقابلے میں کچھ وقعت نہیں رکھتا یا کم از کم یہ بھی [illegible] کی ایک [illegible] صورت ہے۔"

(میر سید غلام بھیک کے نام ایک خط)

اسلام کی تبلیغ اور اسلامی اصولوں کی نشر و اشاعت کا کام اقبال کے نزدیک سب سے اہم تھا اور وہ اسے اخروی نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ میر سید غلام بھیک کے علاوہ بھی انہوں نے [illegible] لوگوں کو خطوط لکھے اور ان سب خطوط میں اس بات پر خاص زور نظر آتا ہے۔ وہ سید غلام میراں شاہ کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ آپ کو اس امر کی توفیق دے کہ آپ اپنی قوت، ہمت، اثر و رسوخ اور دولت و عظمت کو حقائق اسلام کی نشر و اشاعت میں صرف کریں۔ اس تاریک زمانے میں حضور رسالت مآب صلعم کے دین کی سب سے بڑی خدمت یہی ہے۔"

حضور اکرمؐ کی ذات سے انہیں جو گہرا عشق تھا اس کی جھلکیاں ان کے سارے کلام میں جا بجا ملتی ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادئ سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے انہیں جو والہانہ عشق تھا سید غلام میراں شاہ کے نام جو ایک دوسرے مکتوب میں اس کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

"میں تو اس قابل نہیں ہوں کہ حضورؐ کے روضہ مبارک پر بار بھی کیا جا سکوں تاہم حضورؐ کے اس ارشاد سے جرأت ہوتی ہے: الصالحون لی [illegible] امید ہے آپ اس سفر میں مجھے فراموش نہ فرمائیں گے۔"

ان ہی کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"مجھ کو آپ کے وجود کو غنیمت تصور کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کا اخلاص اور وہ محبت جو آپ کو حضور رسالتمآب صلعم سے ہے آپ کے خاندان پر بہت بڑی برکات کے نزول کا باعث ہوگی۔"

انہیں حضور رسول اکرمؐ کی زیارت کا بے حد شوق تھا اس کو ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔

"تمہیں اللہ کی [illegible] [illegible] [illegible]

مسلمانوں کے لئے تو مزید برکت کا باعث ہو۔ چونکہ وہ سیر کے شوق میں مدینہ منورہ میں علم بیت اللہ کا شوق بھی رکھتے تھے اس لئے ان کے جی میں [illegible] ہے بلکہ مدینہ منورہ کی زیارت بھی [illegible] بڑی خوشی کی بات ہے لیکن وہ مسلمانوں کے فاقہ میں جو عزت و راحت ہے وہ امیروں کو بھی کیونکر نصیب ہو سکتی ہے۔"

(بنام سید غلام میراں شاہ)

وفات سے ایک سال پہلے بھی ان کے دل میں یہ خواہش موجود تھی۔ سر راس مسعود کے نام جو کہ ان کے گہرے دوست تھے لکھتے ہیں۔

"اس سال وہاں حضور میں حاضری کا قصد تھا مگر بعض موانع پیش آ گئے۔ انشاء اللہ امید ہے کہ سال آئندہ حج بھی کروں گا اور دربار رسالت میں بھی حاضری دوں گا اور وہاں سے ایک ایسا تحفہ لاؤں گا کہ مسلمانان ہند یاد رکھیں گے۔"

(۱۵ جنوری [illegible])

"جہاں تک سوچ سمجھ کر جانا چاہتا ہوں [illegible] ہے کہ مرنے سے پہلے قرآن حکیم سے متعلق اپنے افکار قلمبند کر جاؤں جو تھوڑی سی ہمت و طاقت ابھی میرے باقی ہے اسے اسی خدمت کے لئے وقف کرنا چاہتا ہوں تاکہ قیامت کے دن آپ کے جد امجد حضور نبی اکرمؐ کی زیارت مجھے اس اطمینان خاطر کے ساتھ میسر ہو کہ اس عظیم الشان دین کی جو حضورؐ نے ہم تک پہنچایا کوئی خدمت بجا لا سکا۔"

حضور اکرمؐ سے محبت ان کی شخصیت میں کس طرح رچی بسی ہوئی تھی اس کا اندازہ ان کے ایک خط سے ہوتا ہے جو انہوں نے [illegible] کے نام لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"۳ اپریل کی رات ۳ بجے کے قریب (میں اس شب بھوپال میں تھا) میں نے سر سید علیہ الرحمۃ کو خواب میں دیکھا۔ پوچھتے ہیں تم کب سے بیمار ہو۔ میں نے عرض کیا دو سال سے اوپر مدت گزر گئی۔ فرمایا حضور رسالتمآب میں عرض کرو۔ میری آنکھ اسی وقت کھل گئی اور اس عرضداشت کے چند شعر [illegible] طویل ہو گئی ہے میری زبان پر جاری ہو گئے۔ انشاء اللہ ایک مثنوی فارسی میں [illegible] کے ساتھ یہ عرضداشت شائع ہوگی۔ ۴ اپریل کی صبح سے میری آواز میں تبدیلی شروع ہو گئی۔ اب پہلے کی نسبت آواز صاف ہے اور اس میں وہ رنگ [illegible] عود کر آیا ہے جو انسانی آواز کا خاصہ ہے۔"

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عشق رسولؐ ان کے رگ و پے میں سمایا ہوا تھا اور ان کی جو پاکیزہ زندگی اور عشق و عقیدت کی دنیا ہے [illegible] اسلام [illegible]

وہ عشق رسولؐ کے تقاضوں سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔ وہ اس دین کی خدمت بجا لانے کو حضورؐ کی شناخت کا وسیلہ سمجھتے تھے۔ حضورؐ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روز محشر عذر ہائے من پذیر
گر تو می بینی حسابم ناگزیر
از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

وہ ہندوستان میں مسلمانوں کی دینی بے حسی اور اسلام سے بے پروائی پر متفکر تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ اسلام کے جو مشرقی عقائد و خیالات ہیں مسلمان جہاں کی طرف رخ کریں۔ عجمی نظریات نے اسلام کو خاصا نقصان پہنچایا تھا وہ اس کے ازالے کے لئے کوشاں تھے۔ منشی سراج الدین کے نام ایک خط میں یوں لکھتے ہیں۔

"ہندوستان کے مسلمان کئی صدیوں سے ایرانی تاثرات کے اثر میں ہیں۔ ان کو عربی اسلام سے اور اس کے نصب العین اور غرض و غایت سے آشنائی نہیں۔ ان کے لٹریری آئیڈیل بھی ایرانی ہیں اور سوشل نصب العین بھی ایرانی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس مثنوی میں حقیقی اسلام کو بے نقاب کروں جس کی اشاعت رسول اللہ صلعم کے ہاتھوں سے ہوئی۔"

صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کے نام ایک خط میں انہوں نے قرآن حکیم کے قوانین کی ابدیت ثابت کرنے کے بارے میں یوں لکھا ہے۔

"میرا عقیدہ ہے کہ جو شخص اس وقت قرآنی نقطہ نگاہ سے زمانہ حال کے جورس پروڈنس (Jurisprudence) پر ایک تنقیدی نگاہ ڈال کر احکام قرآنیہ کی ابدیت کو ثابت کرے گا وہی اسلام کا مجدد ہوگا اور بنی نوع انسان کا سب سے بڑا خادم بھی وہی شخص ہوگا۔ یہی تو وقت ہے جب اسلام اس وقت گویا زمانے کی کسوٹی پر کسا جا رہا ہے اور شاید تاریخ اسلام میں ایسا وقت اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔"

وہ اس موضوع پر لکھنے کا ارادہ کر چکے تھے لیکن موت کے بے رحم ہاتھوں نے انہیں یہ منصوبہ پایۂ تکمیل تک پہنچانے نہ دیا۔ آخر عمر ان کا حال یہ تھا کہ وہ قرآن حکیم اور مثنوی مولانا روم کے علاوہ ہر قسم کا مطالعہ چھوڑ چکے تھے۔ بیگم گرامی [illegible] کے نام لکھتے ہیں۔

"آپ اسلام اور اس کے حقائق کی دولت آشنا ہیں۔ مثنوی رومی کے پڑھنے سے اگر آپ کی طبیعت میں شوق پیدا ہو جائے تو اور کیا چاہئے۔ شوق خود مرشد ہے۔ میں ایک مدت سے مطالعۂ کتب ترک کر چکا ہوں۔ اگر کبھی کچھ پڑھتا ہوں تو صرف قرآن یا مثنوی رومی۔"

اقبال کی نظر میں تحفظ عقیدہ مسلمان کا [illegible]

وہ نیل کے ساحل سے تا بخاک کاشغر مسلمانوں کو ایک دیکھنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اپنے کلام کا بڑا حصہ فارسی میں لکھا ہے اس میں بحیثیت مجموعی کے یہ بات بھی شامل تھی کہ وہ افغانستان اور ایران کے علاوہ وسط ایشیا کے رہنے والے مسلمانوں سے بھی مخاطب ہونا چاہتے تھے۔ فارسی گزشتہ صدی میں عالم اسلام میں ایک بین الاقوامی زبان رہی ہے۔ جہاں ایک طرف ٹیپو سلطان اسی زبان میں خطوط لکھواتا تھا تو دوسری طرف جب انیسویں صدی کے اواخر میں مشرقی ترکستان سے ایک سفیر دولت عثمانیہ کے مرکز استنبول میں خدمت میں گیا تو وہ بھی فارسی زبان میں تھا۔ اقبال کا دل پورے عالم اسلام کے لئے دھڑکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے فارسی زبان کو اظہار مدعا کے لئے استعمال کیا۔ طرابلس کے شہید ہوں یا مسجد قرطبہ، مشرقی ترکستان کے واقعات ہوں یا ترکان عثمانی کے مصائب ہوں وہ سب سے یکساں طور پر اثر قبول کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کے کلام میں ہمیں وہ وسعت نظر آتی ہے جو علاقائیت یا قومیت کی بجائے پوری ملت اسلامیہ کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔

مغربی اثرات کی وجہ مغربی تعلیم کے ذریعہ نوجوانوں میں وطنیت کا رجحان پیدا ہو رہا تھا۔ اقبال اس صدی کے آغاز ہی میں یہ بات سمجھ گئے تھے کہ وطنیت سے بڑھ کر عالم اسلام کے لئے اور کوئی چیز خطرناک نہیں۔ انہوں نے وطنیت کو بت قرار دیتے ہوئے کہا۔

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے
یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیب نوی ہے
غارت گر کاشانۂ دین نبوی ہے

مولانا عبدالماجد دریابادی کے نام ایک خط میں علامہ لکھتے ہیں:۔

"آپ نے اپنے پچھلے خط میں وطنیت کے اصول پر اسلام کے اصول اجتماعی کو ترجیح دینے میں مجھے امام عصر کہا ہے جس کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ ایک نیشنلسٹ اخبار جس کے چار ایڈیٹر ہیں اور چاروں مسلمان ہیں اور جس کا پہلا نمبر آج ہی نکلا ہے لکھتا ہے کہ اقبال نے وطنیت کا مذاق اڑایا ہے اور کہا مغربی تعلیم کے پڑھے ہوئے مسلمان نوجوان روحانی اعتبار سے کتنے فرو مایہ ہیں ان کو معلوم نہیں کہ اسلامیت کیا چیز ہے اور وطنیت کیا چیز ہے۔ وطنیت ان کے نزدیک وطن کا عشق ایک مشتق ہے اور بس۔"

عالم اسلام میں وطنیت کے بت کی پرستش سب سے پہلے ترکی میں ہوئی جس کی وجہ سے خلافت عثمانیہ پارہ پارہ ہو گئی۔ اقبال ترکوں کے بارے میں مایوس نہیں تھے انہیں یقین تھا کہ ترک ایک بار پھر اسلام کی طرف متوجہ ہوں گے۔ حال ہی میں ترکی میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے بارے میں جو خبریں آنا شروع ہوئی ہیں ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اقبال نے آج سے پچاس برس پہلے جو اندازہ لگایا تھا وہ درست تھا۔ اقبال مولانا مسعود عالم ندوی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:۔

"ترکوں کے متعلق مایوس نہیں ہونا چاہئے ان کے ایک خدا پرست جرنیل کے الفاظ ہیں یہ الحاد کی ہوا آئی ہے کچھ دنوں تک چل کر نکل جائے گی۔ جو کچھ ہوا جذبۂ وطن پرستی بلکہ توازن پرستی کا نتیجہ تھا۔ اب جو عراق، افغانستان، ایران اور ترکی کے معاہدہ کی تجویز ہو رہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکوں نے توازن پرستی کو بحیثیت ایک پالیسی کے ترک کر دیا ہے۔ کافر نتوانی شد ناچار مسلماں شو۔"

علامہ مرحوم ترکوں کے حالات سے اسلام کا بازوئے شمشیر زن ہونے کی وجہ سے دلچسپی رکھتے تھے بلکہ روسی مسلمانوں کے احوال جاننے کے سلسلے میں بھی متجسس رہتے۔ مولانا سید سلیمان ندوی کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

"روس کے مسلمانوں کے بارے میں جو مضمون معارف میں شائع ہوا ہے اسے ایک علیحدہ رسالے کی صورت میں شائع ہونا چاہئے۔ حال میں روسی علماء کی بعض تصانیف اسلام کے متعلق نظر سے گزری ہیں جو جا بجا قرآن کا ترجمہ ہندوستان میں شائع ہونا چاہئے۔ میں آپ کو خط لکھنے والا تھا کہ موسیٰ جار اللہ کے حالات معارف میں شائع کیجئے۔ گو مسلم اسٹینڈرڈ لندن نے ان کے کچھ حالات شائع کئے تھے۔ آج کے معارف میں میری آرزو سے بڑھ کر مضمون لکھا گیا۔ جزاک اللہ۔ کیا روسی مسلمانوں میں بھی ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کے حالات کی اشاعت ہوئی تھی اس کے متعلق اطلاع کی ضرورت ہے۔ مفتی عالم جان (روسی مصلح عالم) جن کا حال ہی میں انتقال ہو گیا ہے ان کی تحریک کی اصل غرض و غایت کیا تھی؟ کیا محض تعلیمی تحریک تھی یا اس کا مقصود ایک مذہبی انقلاب تھا؟"

موسیٰ جار اللہ مشہور روسی عالم اور مفکر جو جنگ عظیم دوم کے زمانے میں پشاور میں دو برس نظر بند رہے اور اسی اثنا میں کچھ عرصہ وہ اشاعت میں قرآن حکیم کا درس بھی دیتے رہے علامہ اقبال سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ علامہ ان کی فکر کے بہت مداح تھے ان کے بارے میں مولانا سید سلیمان ندوی کے نام ایک اور خط میں لکھتے ہیں:۔

"موسیٰ جار اللہ مشہور روسی عالم و مفکر ہندوستان کئی بار آچکے ہیں مجھ سے کئی مرتبہ ان کی ملاقات ہوئی تھی یہ ترکی میں بہت سی اسلامی کتابوں کے مصنف ہیں۔"

اقبال کی نظر برصغیر کے مسلمانوں تک محدود نہ تھی۔ دیگر مسلم ممالک کے بارے میں ان کی تڑپ اور بے چینی کا اندازہ ان خطوط کے علاوہ ان کے کلام سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ کہیں وہ کاشغر سے لے کر ساحل نیل تک کے مسلمانوں کو حرم کی پاسبانی کے لئے اتحاد کی دعوت دیتے نظر آتے ہیں تو کہیں صقلیہ (سسلی) اور اسپین میں مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی نوحہ خوانی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ افغانستان کے بارے میں تو وہ خاص طور پر مضطرب رہتے تھے۔ نادر شاہ شہید اور ظاہر شاہ کے نام جو نظمیں انہوں نے تحریر کی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ قوت افغانیہ کے ساتھ اسلام کی سربلندی اور خدمت کے لئے توقعات وابستہ کئے ہوئے تھے۔ قومیت کے مغربی تصور نے ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے میں جو کردار ادا کیا تھا اقبال اسے زہر ہلاہل سمجھتے تھے۔ ڈاکٹر نکلسن کے نام ایک خط میں بھی علامہ نے اسی نوعیت کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"اسلام ہمیشہ سے رنگ و نسل کے عقیدے کا جو انسانیت کے نصب العین کی راہ میں سب سے بڑی سنگ گراں ہے نہایت کامیاب حریف رہا ہے۔ رینان (RENAN) کا یہ خیال غلط ہے کہ سائنس اسلام کا سب سے بڑا دشمن ہے۔

درحقیقت اسلام بلکہ کائنات انسانیت کا سب سے بڑا دشمن رنگ و نسل کا عقیدہ ہے اور جو لوگ نوع انسان سے محبت رکھتے ہیں ان کا فرض ہے کہ ابلیس کی اس اختراع کے خلاف علم جہاد بلند کر دیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ قومیت کا عقیدہ جس کی بنیاد نسل یا جغرافیائی حدود پر رکھی گئی ہے دنیائے اسلام میں استیلا حاصل کر رہا ہے اور مسلمان عالمگیر اخوت کے نصب العین کو نظر انداز کر کے اس عقیدے کے فریب میں مبتلا ہو رہے ہیں جو قومیت کو ملک و وطن کی حدود میں محدود رکھنے کی تعلیم دیتا ہے اسی لئے میں ایک مسلمان اور ہمدرد نوع کی حیثیت سے انہیں یہ یاد دلانا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ ان کا حقیقی فرض جماعت بنی آدم کی نشوونما ہے۔ نسل اور حدود ملک کی بنیاد پر قبائل اور اقوام کی تنظیم حیات اجتماعی کی ترقی اور تربیت کا ایک وقتی اور عارضی پہلو ہے۔

درحقیقت خدا کی زمین و بادشاہت صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص نہیں بلکہ تمام انسان اس میں داخل ہو سکتے ہیں بشرطیکہ وہ نسل اور قومیت کے بتوں کی پرستش ترک کر دیں۔ اسلام کی عظمت میں ایسے امکانات پنہاں ہیں جس کی بدولت وہ کامیابی کے بام بلند پر پہنچ سکتا ہے۔ وسط ایشیا کے حالات پر نظر ڈالئے وہاں کسی سیاسی قوت کی پشت پناہی کے بغیر اسلام کے تبلیغی مشن نے بڑی حد تک کامیابی حاصل کر لی۔ اور لاکھوں انسان اسلام کے دائرے میں داخل ہو گئے۔ میں جس حال سے اس کا مطالعہ کر رہا ہوں اس طویل عرصے کی بھی اسی قدر صلاحیت پیدا کر دی ہے کہ حالات و واقعات پر غیر جانبدار حیثیت سے غور کر سکوں اسلام دنیاوی معاملات میں نہایت ذوق نگاہ ہے اور ہر انسان میں بے نفسی اور دنیا کی لذائذ و نعم کے ایثار کا جذبہ بھی پیدا کرتا ہے اور حسن معاملت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اپنے ہمسایوں کے بارے میں اسی قسم کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ یورپ اس گنج گراں مایہ سے محروم ہے اور یہ متاع اسے ہمارے ہی فیض صحبت سے حاصل ہو سکتی ہے۔"

چونکہ اقبال یورپ کے نسل پرستانہ روح کے شدید مخالف تھے اسی لئے مختلف مادہ پرستانہ نظریات کے بھی منکر تھے سوشلزم جو درحقیقت یورپ ہی کا مادہ پرستانہ اور تجرباتی نظریہ ہے اقبال کی نظر میں سراسر غلط تھا۔ وہ تاریخ انسانی کی مادی تعبیر کے مخالف تھے۔ چنانچہ غلام السیدین کے نام ایک مکتوب میں تحریر کرتے ہیں:۔

"سوشلزم کے معترف ہر جگہ روحانیت اور مذہب کے مخالف ہیں اور اس کو افیون تصور کرتے ہیں۔ لفظ افیون اس معنی میں سب سے پہلے کارل مارکس نے استعمال کیا تھا۔ میں مسلمان ہوں اور ان شاء اللہ مسلمان مروں گا۔ میرے نزدیک تاریخ انسانی کی مادی تعبیر سراسر غلط ہے۔ روحانیت کا میں قائل ہوں مگر روحانیت کے قرآنی مفہوم کا جس کی تشریح میں نے ان تحریروں میں جا بجا کی ہے اور سب سے بڑھ کر اس فارسی مثنوی میں جو عنقریب آپ کو ملے گی۔ [illegible] افیونی خواص رکھتی ہے اس کی تردید میں نے جا بجا کی ہے۔ ہاں روسی سوشلزم سوا اسلام کے ایک طرح کا سوشلزم ہے جس سے مسلمان سوسائٹی نے آج تک بہت کم فائدہ اٹھایا ہے۔"

اس سے بھی بڑھ کر اقبال نے ... انقلاب کے نام ایک خط میں صاف طور پر لکھ دیا کہ میرے نزدیک بالشویک خیالات رکھنا دائرہ اسلام سے خارج ہونے کے برابر ہے۔ اس کے باوجود اگر کچھ لوگ اقبال کو ... اور ... ثابت کرنے پر مصر ہوں کہ اقبال سوشلسٹ تھے تو ہم کیا ...

جا سکتا ہے کہ ؎

ہیں عقل و دانش بہت ہی گریست

اقبال کی ذاتی زندگی کے بارے میں ان کے خطوط سے بڑھ کر کیا شہادت ہو سکتی ہے۔ اس آئینے میں بھی دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اقبال تصوف کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ ان کے خطوط کے مطالعہ سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اقبال کی زندگی میں اسلام کے اسرار و رموز پر پوری دسترس رکھنے کے علاوہ روحانیت میں کس حد تک موجود تھی۔ مولانا سید سلیمان ندوی سے پوچھتے ہیں:۔

"[illegible] کے اصحاب ... [illegible] ... کی صورت میں ... آتے ہیں ... [illegible] ... ہیں اور وہ لوگ اپنی خوشی سے ... مسلمانوں کے لئے حلال ہے؟"

اقبال سلسلہ قادریہ سے بیعت رکھتے تھے۔ اور تصوف کے اسلامی تصور سے کماحقہ واقف تھے۔ ان کے دل میں تصوف کے دیگر سلسلوں کا بھی بے حد احترام موجود تھا۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے نام مکتوب اور ... اولیائے کرام ... [illegible] ... وہ یہی تحریر فرماتے ہیں:۔

"جناب کی وسعت اخلاق پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ چند سطور لکھنے کی جرأت کرتا ہوں کہ اس وقت ہندوستان بھر میں کوئی اور دروازہ ایسا نہیں جو پیش نظر مقصد کے لئے کھٹکھٹایا جائے۔ میں نے گذشتہ سال انگلستان میں حضرت شیخ اکبر ... [illegible] ... ہوئی تھی ... [illegible] ... لوگوں میں بہت مقبول ہوئی۔ ... [illegible] ... حضرت محی الدین ابن عربی پر کچھ لکھنے کا ارادہ ہے۔ ... [illegible] ... جناب کے اخلاق کریمانہ سے بعید نہ ہوگا اگر ان سوالات کا جواب شافی مرحمت فرمایا جائے۔ ... [illegible] ... صرف اسلام ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس خدمت کے لئے جناب مجھے معاف فرمائیں گے اور جواب سے ممنون فرمائیں گے۔"

یہ خطوط جو خاص طور پر کچھ توجہ کے ... [illegible] ... اقبال کے نظریات ... [illegible] ... کتاب ... [illegible] ... قرآن حکیم اور ان کی تعلیمات ... [illegible] ...

تھے وہ اسلام کے مجتہد ... [illegible] ... ہے کہ سیدھی حد ... [illegible] ... اس میں شک نہیں کہ اقبال نے مغرب کے دانشوروں سے بھی تعلیم حاصل کی۔ ... [illegible] ... لیکن ان کے خیالات میں جو پختگی اور ... [illegible] ... حاصل ہوئی۔

پھر اقبال صرف ذہنی اعتبار سے ہی نہیں بلکہ جذبات و احساسات کی سطح پر بھی ایمان کی دولت سے مالا مال تھے۔ دنیاوی اعزازات ان کے لئے کوئی حیثیت نہ رکھتے تھے۔ سید غلام بھیک کے نام ایک خط میں اقبال کی یہ تحریر ان ہی خیالات کی ترجمان ہے۔ وہ لکھتے ہیں:۔

"میں آپ کو اس اعزاز کی خود اطلاع دیتا مگر جس دنیا کے میں اور آپ رہنے والے ہیں اس دنیا میں اس قسم کے واقعات احساس سے فروتر ہیں۔ سینکڑوں خطوط اور تار آئے اور آ رہے ہیں اور مجھے تعجب ہو رہا ہے کہ لوگ ان چیزوں کو کیوں گراں قدر جانتے ہیں۔ باقی رہا وہ خطرہ جس کا آپ کے قلب کو احساس ہوا ہے تو قسم ہے خدائے ذوالجلال کی جس کے قبضے میں میری جان اور آبرو ہے اور قسم ہے اس بزرگ و برتر وجود کی جس کی وجہ سے مجھے خدا پر ایمان نصیب ہوا اور مسلمان کہلاتا ہوں، دنیا کی کوئی قوت مجھے حق کہنے سے باز نہیں رکھ سکتی انشاء اللہ۔ اقبال کی زندگی مومنانہ نہیں لیکن اس کا دل مومن ہے۔"

جہاں اقبال کے اشعار میں ان کے نظریات اور ان کے فکری رجحانات کو پیش کر دیتے ہیں وہاں اقبال کے خطوط میں ایک مومن کا جیتا جاگتا کردار نظر آتا ہے۔ جہاں ان کے نظریات کی توضیح و تشریح ملتی ہے وہاں احساسات کی سطح پر اقبال کا مومنانہ طرز عمل دکھائی دیتا ہے۔ یہ خطوط اس امر کے آئینہ دار ہیں کہ اقبال کے نظریات میں نہ تو سیاسی تصنیف کی آمیزش تھی اور نہ ہی مروجہ فکری رجحانات سے اثر پذیری تھی ان میں ایک ایسی آنچ ... کے سامنے ... [illegible] ... ذوق جستجو اور وسعت مطالعہ کے باوجود ... [illegible] ... کاوش میں پائی جاتی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اقبال کے خطوط میں ... [illegible] ... لوگوں کے سامنے لایا جائے اور اس لئے بھی کہ اقبال کے شعری سرمایہ کی تشریح کی جا سکے ... [illegible] ... ہے ... [illegible] ... کے بارے میں کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اقبالیات کے طالب علم امید ہے کہ اس طرف خاطر خواہ توجہ دیں گے۔

بقیہ صلا، ہمارا افلاطون

۱۱۔ مولانا عبدالباری کا مقالہ ... [illegible] ... دیکھ لیا ہے۔

(مولانا مناظر احسن گیلانی)

۱۲۔ عبدالباری ندوی تو عارف علوم ہو گئے ہیں۔

(مولانا اشرف علی تھانوی)

۱۳۔ ہمیں مولانا عبدالباری ندوی اور مولانا مناظر احسن گیلانی پر فخر ہے۔

(ڈاکٹر ... [illegible])

× × × × × ×

ان مشاہیر کی آراء سے اتنا تو معلوم ہو جاتا ہے کہ مولانا عبدالباری ندوی کو اس دور کا افلاطون کہنا مبالغہ نہیں ہے۔ مولانا کی کتابوں کو سامنے رکھ کر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مولانا کے مطالعہ کی وسعت کا کیا عالم رہا ہوگا۔ قدیم فلسفہ اور جدید فلسفہ کو مولانا نے جس خوبی سے کھنگالا تھا ... طبیعیات، نفسیات حتیٰ کہ سائنس کو بھی ایک حد تک ... [illegible] ... مشہور سائنسداں آئن اسٹائن کی ... [illegible] ... نظریۂ اضافیت کا بھی ... مطالعہ کیا تھا اور اس پر قلم اٹھانے کی کوشش کی تھی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عربی مدارس میں ڈھنگ سے پڑھایا جائے تو یہ بزرگ عربی میں ...

... تحصیل کرنے والے اصحاب و مشائخ کی رسائی اور ان کی پرواز کتنی اونچی ہو سکتی ہے اگر ان کے ذہنوں میں علوم جدیدہ و قدیمہ کا سنگم پیدا ہو جائے تو یہ تاریخ کا دھارا موڑ سکتے ہیں۔ اب تک تو یہ ہوتا چلا آیا ہے کہ اسلامی علوم قدیمہ میں تو کوشش کر کے یہ ماہر ہو جاتے ہیں لیکن علوم جدیدہ سے ان کا دامن خالی رہتا ہے۔ دو ہر بالفرض جدید علوم کا کچھ حصہ آ بھی جاتا ہے تو اتنی صلاحیت ان میں نہیں ہوتی ہے کہ جدید علوم میں صف اول کے ماہرین سے اپنا لوہا منوا لیں۔ جدید علوم میں مسلمانوں کا تناسب بہت کم ہے اس کے برعکس یہودیوں کا تناسب دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ طبیعیات میں تقریباً نوے فی صد یہودی چھائے ہوئے ہیں۔

بہر حال ہمارے اس عظیم فلسفی و دانشور مولانا عبدالباری کی وفات نے ایک عہد تو ختم کر دیا ہے لیکن ہم ان کی تعلیمات کی روشنی میں ایک نئے عہد کا دروازہ کھول سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

بقیہ صلا وہ جو بیچتے تھے دوائے دل . . .

میں اور میرے متعلقین کے ساتھ آپ کے بے حد ممنون و مشکور ہوں گے اگر آپ اس دورہ کے دوران قیام اس درگاہ پنڈی چکی میں بھی رکھیں۔ یہاں ہر کس و ناکس بلا تفریق مذہب و ملت آپ سے فیضیاب ہو سکتا ہے جو جناب والا سے گذشتہ دورہ کے موقع پر گذارش کی تھی تو فوراً آپ نے قبول کر کے باوجود خرابی صحت کے بیس دو گھنٹے کا وقت مرحمت فرمایا تھا اور وعدہ فرمایا تھا کہ آئندہ جب بھی اورنگ آباد تشریف آوری ہوگی پن چکی میں قیام رہے گا۔ یہاں سے خلد آباد اور دیگر جملہ مقامات پر دورہ ہو سکتا ہے بہر حال ہم اور میرے ساتھی توی توقع رکھتے ہیں کہ آپ کا قیام پن چکی میں رہے گا۔ براہ کرم اپنی تشریف آوری کی تاریخ اور تفصیلی پروگرام سے مطلع فرمائیں تاکہ ہم لوگ اس کا لحاظ رکھتے ہوئے خدمت کے لئے تیار رہیں۔ امید کہ مزاج گرامی بخیر و عافیت ہوگا۔

مکرمی جناب ... [illegible] ... و دیگر پرسان حال کی خدمت میں سلام علیک

یہ خط بمشورہ جناب غلام دستگیر خاں صاحب صدر ... [illegible] ... وقف بورڈ ... [illegible] ... لکھا گیا ہے۔ آپ صرف درگاہ پن چکی کے ناظم ہی ہوں اور دیگر ... [illegible] ... اور ان کی وسعت سے واقف ہیں ... [illegible] ... کے قیام و طعام ... [illegible] ... دوسری باتوں سے متعلق مجھے بالکل بے فکر ہو کر بلا تکلف تحریر فرمائیں تاکہ عین وقت پر کوئی دقت نہ ہو۔ باقی خیریت

خاکسار

سید شاہ یوسف ... [illegible]

سجادہ نشین پن چکی، اورنگ آباد

> نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
> ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
>
> (اقبالؔ)

مکتوب سید یوسف الدین صاحب مغربی اورنگ آبادی

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل...

حضرت پیرو مرشد عالیجناب مولانا سید ابو الحسن علی ندوی مدظلہم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

عزیزی جناب اسحٰق جلیس صاحب ندوی احمد نگر سے ۲۲ دسمبر کو ملاقات ہوئی، ان کے ذریعہ برادران وطن میں پیام انسانیت کے تعلق سے عالیجناب کے دردمندانہ خیالات و صوفیائے کرام [illegible] ہوئے۔ موصوف نے اس کام کے تعلق سے خود ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پڑوس میں برادران وطن کی اصلاح اخلاق و کردار کے آپ کے کامیاب تجربات اور اس سلسلہ میں الٰہ آباد کے جلسہ عام کی تفصیلات سنائیں۔ یہی طریقہ کار ہمارے صوفیائے کرام نے اپنایا تھا جس کی وجہ سے برادران وطن میں ان کی اس قدر مقبولیت ہوئی اور یہ امن و سلامتی سے اُن کے ساتھ ایک عرصہ دراز سے شیر و شکر کی طرح گذرتے رہے۔

۱۸۵۷ء سے یہ اہم کام رُک پڑا تھا اور مختلف اسباب مسلمان بادشاہوں کی سیاسی برتری کی وجہ سے جو دشمنانہ جذبات بعض برادران وطن کی جماعتوں میں دبے ہوئے تھے مسلمانوں کی حکومت سلب ہونے کے ساتھ ہی انہوں نے فائدہ لے کر منظم طریقہ پر مسلم نسل کشی اور ہر طرح ان کو پست کرنے کی سازشیں کیں اور ایسے مظالم توڑے کہ اس کی مثال نہیں مل سکتی اور دوسری طرف صوفیائے کرام کے جانشینوں نے اُن کے اسلاف کے مخلصانہ کام کو آگے بڑھانے کے بجائے جلب منفعت کا ذریعہ بنایا۔ اور ان کے خانقاہوں سے بجائے فیوض و برکات و رحمۃ للعالمین کے اصلی پیام جاری ہونے کے پیری مریدی کی دوکانیں لگ گئیں اس کی وجہ سے ان کا کردار اپنوں میں تو گر ہی گیا اور برادران میں بھی سخت منافرت کی دیواریں کھڑی ہو گئیں کہ مسلمان [illegible] کی مثال ہونے کے بجائے اب ہر طرف مسلم غنڈہ، گستاخ اور بے اصولا کہلائے جانے لگا۔

ہمارے دردمند مخلصین نے علمی حیثیت سے ادارہ سازی اور جماعت سازی کے ذریعہ تعلیمی، سیاسی، معاشی و معاشرتی میدانوں میں جتنی بھی اخلاص کے ساتھ کوششیں کیں وہ بیکار و رائیگاں ثابت ہوئیں۔ اور ہر حیثیت سے ہم قعر ندامت میں گرتے ہی جا رہے ہیں۔ مسدس حالی اور علامہ اقبال کا شکوہ جواب شکوہ اس حال زار مسلمانان ہند کے تاریخی زوال کی تفصیل تو ہے۔ ان ہر دو بزرگوں کا تو یہ واقعات کا دردانگیز بیان تھا لیکن تقسیم ہند کے بعد اس تیس سالہ دور میں ہم سے گئے بیتے اور پست تر ہوتے رہنے کا حال اپنے آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور ماتم کرنے کا وقت نہیں رہا۔ بلکہ جب تک آپ جیسے دردمند صاحب بصیرت پیرو مرشد کے نئے نئے طریقوں سے اللہ تعالیٰ سے امیدیں رکھ کر جدوجہد کے لئے اٹھ نہ کھڑے ہوں اس دلدل سے نکل نہیں سکتے اور اس کشمکش و تعمیر حیات میں آپ جیسے رہنما کے ہاتھ پر بیعت کر کے سر دھڑ کی بازی لگانے پر تیار نہ ہو جائیں تب تک کام نہ بن سکے گا۔ ظاہر ہے کہ اس کام کے لئے چند سرفروشوں اخلاق و کردار سے مرصع عقیدت مند مخلص کام کرنے والے افراد کی ضرورت ہوگی۔

دستور سازی اور جماعت بندیوں کے طریقوں سے یہ کام نہیں بنا بلکہ ہمارا تجربہ ہے کہ غیر مخلص سیاسی اغراض رکھنے والے عناصر اس نیک اور خالص کام میں شریک ہو کر کام بگاڑ دیتے ہیں اور جماعت بندیاں کھو کر تمام طریقے اور سب سے آخر میں مجلس مشاورت سے بھی ہم ایک پلیٹ فارم پر آ کے ان مظالم اور مصیبتوں سے جو تقسیم ہند کے بعد ہم ہندوستانی مسلمان شکار ہیں [illegible] نہ ہو سکے۔

آپ کا حلف نامہ متعلق پیام انسانیت ان سب چیزوں سے مبرا اور پاک ہے۔ اسلام کے حقائق آپ کی ذات بابرکات میں مضمر ہیں۔ موجودہ دور میں جب ہمارا رہنما رحمۃ للعالمین کے اسوۂ حسنہ کا حامل کامیاب اس حلقہ میں دیکھ رہا ہے تو ہم عامیوں کو اس بات پر قطعی شک کی گنجائش نہیں تو آپ جیسے حضرت خود واقف ہیں کہ کون اس کا اہل ہے۔ آپ کی بصیرت مبارک سب [illegible] ایسے افراد کا آسانی انتخاب کر لیں گے۔ افراد سے واقف ہو کر ان کو حلقہ میں لے کر اپنی رہنمائی کے ساتھ آپ کام شروع فرما رہے ہیں اور اسی میں [illegible] کامیابی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر وقت ہر حال میں [illegible] اسی طرح کامیاب و کامران کرتا رہے۔

* [illegible]

بقیہ صفحہ [illegible]

وسط ہند اور جنوبی ہند یعنی دکن میں آپ اس کام کو وسعت دے رہے ہیں۔ اور اس سلسلہ کا پہلا دورہ جیسا کہ مولانا اسحٰق جلیس صاحب سے معلوم ہوا، ناگپور، اورنگ آباد، احمد نگر، بمبئی کا مرتب فرمایا ہے اور اورنگ آباد میں جو مرکز دکن رہا ہے وہ یہیں ان قیام فرما کر پیام برادران وطن میں دینا چاہتے ہیں۔

اورنگ آباد ضلع کی اہمیت اور اس کام کی تاریخ پر مزید کچھ روشنی ڈالی جائے تو بے محل نہ ہوگا۔ اورنگ آباد و دکن کا وہ خطہ ہے جہاں سب سے پہلا مسلمان پیام انسانیت لیکر یادو خاندان کے آخری راجہ رام دیو کے زمانہ میں آج سے ساڑھے آٹھ سو برس پہلے مومن عارف باللہ کی صورت میں وارد ہوا اور ان کے بعد حضرت جلال الدین گنج رواں دکن تشریف لائے۔ یہ دونوں بزرگ دو تین واسطوں سے حضرت شہاب الدین سہروردی سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ واقعہ علاؤ الدین خلجی کے حملہ دیوگڑھ سے پہلے کا ہے۔ راجہ رام دیو اور قلعہ دیوگڑھ کی فتح علاؤ الدین کے بعد کی ہے۔ حضرت مومن عارف چند ساتھیوں کے ساتھ تن تنہا اللہ کی مدد کے ساتھ اس علاقہ میں تشریف لائے۔ ان ہر دو بزرگوں کے مزار آج بھی مرجع خاص و عام و برادران وطن ہیں جو دولت آباد کے قلعہ کے مشرق و مغرب ہر دو طرف پہاڑ کی خوبصورت کہسار میں واقع ہیں۔ اور آج بھی ان پر [illegible] اس مقام سے بیٹھے کوئی سبب پا جاتا۔

ان کے بعد حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کے بھیجے ہوئے تغلقی دور کے چودہ سو اولیاء پالکیوں کی شکل میں مختلف اوقات میں بہ سرکردگی حضرت برہان الدین غریبؒ و حضرت خواجہ [illegible] زر زری زر بخشؒ، خواجہ حسن و خواجہ زین الدین شیرازی چشتیؒ بزرگ اسی دور میں وارد ہوتے رہے۔ ان ہی بزرگوں کے زمانہ میں بڑا امن و خوشحال سلطنت بہمنیہ قائم کردہ حسن گنگو جس [illegible] تک چلتی رہی۔ دولت آباد، گلبرگہ، احمد نگر، بیجاپور، گولکنڈہ [illegible] و زین آباد کی سب ان ہی بزرگوں کے نام نامی سے موسوم بھی ہوا ہے۔ بہمنیہ سلطنت کے زمانہ کی خوشحالی، امن و شانتی اس ملک کو کبھی نصیب نہیں ہوئی جو ان بزرگوں کے پیام انسانیت کا نتیجہ ہے۔ حضرت زر زری زر بخش یہاں کے ہندوؤں میں [illegible] کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں اور انہی کے پیام انسانیت کے نوٹوں میں [illegible] مہاراج دولت آبادی اور ایکناتھ مہاراج پیٹھن والے ہیں جن کے تعلق سے مشہور ہے کہ حضرت خواجہ اور [illegible] مہاراج گھنٹوں تصوف کے مسائل میں مصروف گفتگو رہتے اور کھانے کے وقت ایک ہی برتن میں کھاتے اور اس کو دھو کر ایکناتھ مہاراج پی لیتے گویا ایکناتھ مہاراج حضرت خواجہ کے مرید تھے۔ یہی ایکناتھ مہاراج باوجود برہمن ہونے کے چھوت چھات کے رسوم کو ختم کر دیا اور ایک بڑے ریفارمر اور دھرماتما تھے۔ مولوی عبدالحق صاحب نے ان کے واقعات کو کتابی شکل میں شیخ چاند صاحب [illegible] سے لکھوایا ہے جو چھپ چکی ہے۔ عنقریب جناب کی خدمت میں گذرانی جائے گی۔

ان چشتیہ بزرگوں کے ساتھ ساتھ اورنگ آباد تمام سلسلہ کے بزرگوں کا آماجگاہ رہا ہے جیسے حضرت خواجہ بندہ نواز محمد الحسینی گیسو دراز کے والد بزرگوار شاہ راجو قتال حسینی اور حضرت نور محمد قادری، حضرت شاہ علی [illegible] قادری، شاہ محمد [illegible]، حضرت [illegible] اور حضرت غلام حسین قادری اور حضرت نظام الدین اورنگ آبادی [illegible] حضرت شاہ [illegible] اور حضرت بابا [illegible] مسافر و شاہ محمود نقشبندی عالمگیری دور کے [illegible] اپنے حسن و [illegible] کے خوبصورت [illegible] کے ساتھ اورنگ آباد میں پیام انسانیت دیتے رہے۔ [illegible] حضرت مولانا [illegible] صاحب نقشبندی جن کا وصال گذشتہ سال ہی ہوا [illegible] دور میں یہیں گذرے [illegible] مزار کی تاریخ [illegible] میں آئی اور مولوی صاحب موصوف [illegible] تصوف کے مسائل کے [illegible] حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی و حضرت برہان الدین غریب [illegible] ملفوظات [illegible] حضرت زین الدین شیرازی [illegible] بادشاہوں کے [illegible] سامنے آئے [illegible] فوائد الفواد [illegible] اس کے قبل [illegible] ملفوظات [illegible] خدمت میں پیش کرنے کی فرصت حاصل ہوئی [illegible] حضرت غلام علی آزاد بلگرامی [illegible] کی تفصیلی حالات ان کتب کے مطالعہ سے واضح ہو سکتے ہیں۔ حضرت غلام علی آزاد بلگرامی [illegible] اس کتاب کو مرتب فرمایا تھا [illegible]۔

(باقی صفحہ ۹ پر)

میرا رونا نہیں رونا ہے یہ سارے گلستاں کا

ایک جائزہ ایک تاثر

محمد سعد الحسن متعلم ندوہ

وقت دیکھتے کا پابند رہا ہے اور نہ رہے گا۔ جب میں ایک سال پہلے دارالعلوم ندوہ میں داخل ہوا اجنبیت کا احساس تھا، ہر چہرہ مجھے حیرت سے تک رہا تھا، ایک عجیب سماں دیکھا۔ کیا بتاؤں اور کیسے یقین دلاؤں کہ یہ سب کچھ اس دنیا سے الگ تھا، یہاں کے ہر طالب علم کا ایک جم غفیر میرے اوپر تھا۔ میں اکیلا تھا اور مرکز بھی تھا لیکن ایک شفیق اور مشفق استاذ کی ملاقات نے وہ تمام پردے اٹھا دئیے اور حیرت کو ختم کر دیا۔ اب جب کہ انہوں نے زمزم و شیریں پلایا ہے، کیا عرض کروں کہ جس کا مفہوم تحریر میں آنا ناممکن ہے۔

در کعبہ کھلا ہے یہ ہے منزل مقصود

میں چار قدم چار قدم چار قدم اور

مسجد کی تنگ سیاہ دیواروں سے نکل کر دارالعلوم کے احاطہ کی تکمیل ہو رہی ہے۔ وہاں تعمیر کیا جا رہا ہے اور میں محو حیرت ہوں کہ کس مستقبل کا تعین ہو رہا ہے جس میں علم و عمل کا حسین امتزاج ہو اور گویا حضرت حسین کے خلوص کی تیاری ہو رہی ہے۔ وقت گزرتا گیا، دن گزرے اور سالانہ جلسہ آیا، بالآخر وہ دن بھی آ گیا جس کا سبھوں کو انتظار تھا۔ ہر طالب علم اس کا مشتاق تھا، یہی وہ موقع تھا جس کا انتظار تھا، وہ دن خوشی کا دن تھا لیکن وہ کسی کے دل کی مسرتوں کی کیفیت، دل کی بے قراری، خوشی و غم کی ملی جلی کیفیت اور بہت کچھ جو لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتا، وہ دن آیا، جس میں عالم اسلام کی جلیل القدر شخصیات کو دیکھا، خاص طور سے بلاد عرب کی جماعت کو بھی یہاں دیکھا۔ اپنے دامن میں خزینہ لے کر آئے اور اپنے اپنے ملکوں سے ان دلوں کو جوڑ دیا جو ایک دوسرے سے دور تھے۔ یہ وہ موقع تھا جس کی ضرورت کو محسوس کیا جا رہا تھا، ضرورت زمانہ کا احساس تھا، ایک جماعت کی آمد سے ندوہ کے چہرہ پر رونق آ گئی، عالم اسلام کی ان شخصیتوں کو جمع کرنا اس کی ضرورت تھی، ندوہ کو بھی ان پر فخر تھا، دن گزرتے رہے، آنکھیں دیکھتی رہیں، ہر طرف مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی، خوشیاں منائی گئیں، ان حضرات کو دیکھ کر ہم سب کے دل میں ندوہ کی محبت اور بھی بڑھ گئی۔

ایک چیز جو میں نے دیکھا وہ کیا تھا، احساسات تھے یا اثرات تھے، جذبات و کیفیات تھے۔

کیا بتاؤں اور کس طرح اپنے احساسات و جذبات کو صفحۂ قرطاس پر رقم کروں۔ آپ کے سامنے جو بھی مقرر کے خیالات اور انداز بیان کے اثرات پڑے ان کا حسین مرقع پیش کروں یا اجتماع کے مناظر، اس کی دلفریبی و دلکشی و جاذبیت کا نقشہ کھینچوں یا قال اللہ و قال الرسول کی صدا سے دلفریب گونج کا ذکر کروں، یا ان کی دلکشی اور چشم پرآب کیفیت پیش کروں یا شیخ الازہر کے تقریر کی متانت اور سنجیدگی بیان کروں یا مولانا سید ابوالحسن علی الحسنی ندوی کی خودداری، ان کی جرأت، بے باکی، بے لوثی اور حیرت انگیز تقریر کی دلکشی بیان کروں یا مقرر کے عالمانہ کمال کی روانی زبان اور سلاست بیان، زبان سحر بیان، حکمت لقمان، فراست عثمان اور عظمت خیام کی روئداد پیش کروں بلکہ کیا کروں۔

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

آپ یقین جب وقت سامنے کرام اسٹیج پر تشریف لائے اور کرسیوں پر جلوہ افروز ہوئے تو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی یاد کو تازہ کر دیا اور دل و دماغ آج سے چودہ سو سال پیچھے اس عالم کی سیر کرتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

لیکن وقت نے وفا نہ کیا اور جس کو وقت دیا اس کو اس خوشی سے محروم کر دیا۔ کیا میرا مجمع تھا جو وہ دیکھتا رہا کہ دن اور دل کی انجمن بکھر گئی اور وہ جب اپنے وطن مقدس روانہ ہوئے اور قلب مضطر سے یہ پیغام دیتے ہوئے بھی کہ

حیف صد حیف کہ سب خواب تھا آنکھ کھلی

مدت ملی ان کا پیام مدینہ لیا لیا

لیکن حسرت رہ گئی اور مجھ کو ان کی روشنی کا موقع نہیں ملا۔ فکر فردا کی ضرورت ہے، آپ حضرات زندہ جاوید ہیں، ان کی تعلیمات زندہ ہیں۔ صاحب قرآن جسے کہ قرآن ہے، آج ہم اپنے عمل کا محاسبہ کریں اور اعادہ کریں کہ ہم نے کیا فرض ادا کیا اور ہم کیا کر رہے ہیں، مشعل کو ہم جہاں کہیں لے کر جا رہے ہیں، ہوگا کیا یہ تو وقت ہی بتائے گا۔

مسجد اقصیٰ کے بعد۔۔۔۔

وفیق احمد فاروقی متعلم ندوہ

اسلام اور مسلمانوں سے یہودیوں کی عداوت دیرینہ اور مسلسل ہے، قرآن کریم اس کی صراحت کرتا ہے، "لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین آمنوا الیہود والذین اشرکوا" یہودی اور مشرکین کی مسلمانوں سے دشمنی شدید تر ہے، آج تک کی تاریخ نے ان کی عداوت و عناد کے بے شمار واقعات کو اپنے اندر سمو لیا ہے۔ صدیوں تک بھٹکنے کے بعد موجودہ صدی میں یہودیوں کی بیت المقدس کی طرف واپسی ایک طویل منصوبے کا آغاز ہے۔ ان کا اولین مقصد یہودیت کی اشاعت ہے۔ اس کے علاوہ اسلامی آثار کو توڑ پھوڑ کر صفحۂ ہستی سے مٹا دینا، مسلمانوں کی عبادت گاہوں کو تبدیل کرنا، اسلامی ملکوں میں پھوٹ ڈال کر ان کے اتحاد کے شیرازے کو بکھیر دینا، ان پر اپنا تسلط قائم کر کے ان کی املاک پر ناجائز قبضہ کرنا اس کو اپنے عیش و عشرت کیلئے استعمال کرنا۔ غرض ہر طرح سے اسلام اور مسلمانوں پر وار کر کے ان کی طاقت کو پارہ پارہ کر دینا، صیہونیت کی ایک منظم و متعین سازش کا نتیجہ ہے۔

کچھ عرصہ پہلے یہودیوں نے مسلمانوں کے قبلۂ اول کو نذر آتش کیا ہی نہیں بلکہ اس کے اطراف میں کھدائی بھی ایک ناپاک منصوبہ کے تحت تھی۔ ہیکل سلیمانی کی تلاش کا بہانہ اس منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکتا تھا۔ اب پھر انہوں نے اپنا ناپاک قدم مسجد ابراہیمی کی طرف بڑھائے ہیں۔ (جس کا محل وقوع مدینۃ الخلیل ہے) اس کے ایک بڑے حصہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ ستم بالائے ستم اس میں ہنگامہ اور شور و شغب، لہو و لعب کی بے ہودہ محفلیں، دعوتیں، پارٹیاں، جدید طرز کی شرمناک شادیوں کی محفلیں منعقد کی جانے لگیں اور جب مسلمان اس میں نماز ادا کرنا چاہیں تو اذان، اقامت نماز کے معاملات میں دخل اندازی اور مسجد میں غاصبانہ طور سے جانے والوں پر پابندی ان کے مذہبی معاملات میں مداخلت کا کھلا ثبوت ہیں۔

عالم اسلام کی دینی تنظیموں نے یہودیوں کی ان مسلسل حرکتوں پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے بلکہ یہودیوں کے ظلم و ستم اور سازش کا نشانہ فلسطینی عوام کے علاوہ پوری دنیا کے گوشہ گوشہ میں بسنے والے مسلمان بھی ہیں۔ ان وحشیانہ اور جارحانہ حملوں کے خلاف آواز بلند کرنا تمام عالم انسانیت کا فرض ہے۔

تمام اسلامی ملکوں اور تنظیموں کو چاہیے کہ وہ متحد ہو کر موثر اقدام کریں، محض تجاویز پاس کرنا اور ناپسندیدگی کا اظہار مسائل کا حل نہیں ہے۔ جن کی اسرائیلیوں کو کوئی پرواہ بھی نہیں ہے بلکہ وہ تو اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ انہیں یہ یقین ہے کہ ان کو کشش اور دنیا والوں سے روکنے والی کوئی طاقت موجود نہیں۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز"

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی، نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

مسلم نوجوانوں کا دینی ترجمان

ماہنامہ "رضوان" لکھنؤ

کا

امۃ اللہ تسنیم نمبر

زیر ادارت مولانا سید محمد ثانی حسنی [illegible] کو شائع ہو رہا ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا ایک مفصل مقالہ [illegible] اس اشاعت کے خصوصی مضامین کی زینت ہوں گے۔ سائز [illegible] صفحات [illegible] دلکش و جاذب نظر سرورق۔ رضوان کا سالانہ چندہ [illegible] جو [illegible] خریداری میں شامل ہو جائیں گے ان کو یہ نمبر [illegible] ملے گا۔

دفتر ماہنامہ "رضوان" ۳۲۔ گوئن روڈ لکھنؤ

مولانا ابوالکلام آزاد

فن اور شخصیت

سید مسعود الحسن، متعلم ندوۃ العلماء

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی شخصیت اپنی جگہ ایک انجمن تھی وہ ایک بڑے مقرر بھی تھے اور انشاء پرداز بھی، عظیم مفکر بھی تھے اور ماہر سیاست داں بھی لیکن اگر غور کیا جائے تو ان کی شخصیت کا مایۂ فخر ادب ہی تھا۔ ان کی سیاسی تقریریں اعلیٰ ادب کی بہترین مثال ہیں، ان کے فلسفیانہ افکار بھی اور بہت ادبی پیرائے سے آراستہ ہیں۔ غرضیکہ ہر شعبۂ حیات میں مولانا کی عظمت ان کی انشاء پردازی کی رہین منت ہے اور یہی کہنا چاہئے کہ ان کا اصل جوہر ہے۔

لائڈ جارج سے ایک بار کسی نے پوچھا کہ صحافی بننے کے لئے ایک انسان کو کیا کیا چاہئے تو انہوں نے جواب دیا کہ صحافی بننے کے لئے ایک انسان کو سب کچھ اور کچھ نہیں یعنی صحافی دراصل وہ ہے جو دنیا کی تمام باتوں کو جانے لیکن ماہر کسی کا نہ ہو لیکن مولانا کی عجیب و غریب خصوصیت یہ تھی کہ وہ بہت کچھ جانتے تھے اور جو کچھ جانتے تھے ماہرانہ حیثیت سے جانتے تھے۔ مولانا کے فضل و کمال کا منبع ان کے قلم کی توانائی وسعت نظر و مطالعہ، جذبۂ تحقیق و تدقیق، ان کا پاکیزہ جمالیاتی ذوق اور ایک خاص قسم کا عالمانہ رکھ رکھاؤ، ان سب کا ایسا دلکش امتزاج ان کے اندر پایا جاتا تھا کہ جن میں سے کسی ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کر سکتے۔ گویا وہ ایک ایسا کل تھے جس کا کوئی جزو اس سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔

جرمنی کے مشہور عالم، شاعر اور ادیب گوئٹے کا قول ہے کہ اگر انسان دوسری زبان نہ جانتا ہو تو وہ اپنی مادری زبان کو سلیقے سے استعمال نہیں کر سکتا ہو سکتا ہے مولانا کی اس حیرت انگیز قوت گویائی کا باعث ان کی متعدد زبانوں سے واقفیت ہو اور پھر قدرت نے ایسا حافظہ بھی عطا کیا تھا کہ ایک مرتبہ جو پڑھ لیا پتھر کی لکیر ہو گئی۔ مشرقی اور مغربی فلسفہ کے مسائل ان کے ذہن میں محفوظ تھے جن میں منصور، جنید [illegible] پر لطف مذاکرہ کرتے تھے، ادب لطیف ہو یا فلسفہ و سیاسی بحث ہو یا دینی موضوع ہر جگہ ان کی ابوالکلامی کا ثبوت ملتا ہے۔ فلسفیانہ مسائل میں ان کا اسلوب بالعموم صاف اور سادہ ہوتا ہے ایسی تحریروں میں مادہ [illegible] استعمال کرتے ہیں، لیکن ان کی جو تحریر میں ادبیانہ صورت جیسے منظر پائی جاتی ہے۔ خالص ادبی تحریرات جو استعارہ اور تشبیہ سے پُر ہیں وہ فلسفیانہ تحریروں میں تخیل کی شکل اختیار کر لیتی ہیں ایک اچھوتے تخیل کی مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔ الہلال ۶ نومبر ۱۹۱۲ء کے شمارہ میں فرماتے ہیں:

”میں سمجھتا ہوں اگر ہمارا یہی حال رہا جو باوجود ہیم ملامت اتباع اغیار کے آج نظر آ رہا ہے تو کچھ عجب نہیں کہ مسجد کا دروازہ کھول کر اذان دے نماز پڑھنے اور رمضان کا روزہ رکھنے کے لئے بھی گورنمنٹ کی اجازت اور رضا کے منتظر رہا کریں گے اور خطیب کو منبر خطیب پر منتظر ہو کر دیکھنا کر شملہ سے تار آ جائے تو خطبہ پڑھنے کے لئے آمادہ ہو۔“

مولانا کے قلم سے نکلے ہوئے ادب لطیف کو اگر ”شعر منثور“ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا شاعری کا کون سا کمال ہے جو ان کی نثر میں موجود نہ ہو، کون سی صنعت ہے جو ان کی تحریر میں جلوہ افروز نہ ہو بس وزن اور قافیہ و ردیف سے عاری ہے، اسی لئے آپ اسے نثر کہنے پر مجبور ہیں بقول حسرت موہانی:

جب سے دیکھی ہے ابوالکلام کی نثر
نظم حسرت میں بھی مزا نہ رہا

اگرچہ یہ مسلم ہے کہ مولانا آزاد ہر تقلید سے آزاد تھے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی تحریروں میں جا بجا کیا ہے، ڈاکٹر طٰہٰ حسین کہتے ہیں کہ ان کی صحافت خود ان کی صحافت تھی جسے خود انہوں نے ایجاد کیا اور جو انہی کے ساتھ ختم ہو گئی۔

مولانا آزاد نے اردو ادب کے چمن میں حسن انشاء و بیان کے کیسے کیسے پھول کھلائے ہوں تو وہ سدا بہار ہیں لیکن مستقل تصنیف کی حیثیت سے قرآن مجید کی تفسیر ”ترجمان القرآن“ مولانا کی تمام علمی و ادبی تحریروں میں شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے اور اردو زبان کے علمی ذخیرے میں [illegible] تفسیر وں کی طرح اس میں وسعت نہیں ہے بلکہ زمانے کے تقاضا سے جو علوم و فنون پیدا ہوئے قرآن مجید میں ان کے اثبات کا باب بھی نہیں ہے اس کے علاوہ اور تفسیروں میں جو طول طویل اور فروعی باتوں پر بہت زور دیا جاتا ہے بجائے قرآن کے اہم اور بنیادی تعلیمات کا تعلق ہے جن کا رابطہ عام انسانی اجتماع و تمدن سے ہے ان پر یا تو کلام ہی نہیں کیا جاتا ہے کلام کیا بھی جاتا ہے تو محض سرسری اور ضمنی جس سے قرآن مجید کا مقصد فوت ہو جاتا ہے مثلاً وحدت ادیان اور دوسرے مذاہب اور ان کی الہامی کتابوں کی تصدیق بنیادی تعلیمات ہیں لیکن مفسرین نے اس طرف زیادہ اعتنا نہیں کیا۔ متاخرین میں غالباً حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے حجۃ اللہ البالغہ اور دوسری کتابوں میں اس حقیقت کو اجاگر کیا ہے اور ان کے بعد مولانا دوسرے بزرگ ہیں جنہوں نے اس بحث پر نہایت مدلل، واضح اور پُر زور کلام کیا ہے۔

دراصل مولانا ایک عالم دین تھے لیکن وقت کے تقاضہ نے ان کا رخ دوسری طرف موڑ دیا لیکن سیاسی سرگرمیاں مولانا آزاد کی علمی حیثیت پر کبھی حاوی نہیں ہوئیں اور وہ ہندوستانی عوام کی زلف جاناں شریعت در کف سندان عشق“ رہنمائی کرتے رہے۔

اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو مولانا ادب ہی کے کوچے سے سیاست میں آئے۔ ”الہلال“ کے اجراء سے پہلے مولانا کی صحافت زبان زیادہ علم و مذہب تک محدود تھی لیکن اس کے بعد جب وہ مجموعی طور پر میدان صحافت میں آئے تو اس شان سے کہ افق صحافت پر ایک نیا آفتاب طلوع ہو رہا تھا۔

مولانا کا رجحان سیاست کی طرف کب اور کیسے ہوا اس کی صحیح تاریخ متعین کرنا مشکل ہے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی ابتدا اس وقت ہوئی جب وہ ۱۹۰۸ء میں سفر عرب پر گئے اور وہاں انہیں جامعہ ازہر [illegible] انقلابی محمد عبدہ کی تحریک آزادی کے لٹریچر پڑھنے کا موقع ملا اس کے بعد جب وہ ہندوستان آئے تو ہو چکا اپنے سینے میں ملک کی آزادی اور ملت اسلامیہ کی سربلندی کا جذبہ [illegible] اور ۱۹۱۲ء میں ”الہلال“ کی صورت میں ہمارے سامنے آیا۔

جس وقت الہلال جاری ہوا اس وقت ہندوستان ایک سخت اندرونی اضطراب میں مبتلا تھا، انگریزی حکومت اور استعماریت اپنے بقا و تحفظ کے لئے ناخن و چنگال کی پوری قوت صرف کر رہی تھی، ہرچند کہ بنگال کی تقسیم کا فیصلہ منسوخ ہو چکا تھا لیکن اس منافرت کی آگ شروع ہو گئی تھی۔ اپنے تحفظ کے لئے آگے بڑھ جانے ہونے پر نہایت شکن اقدام پر آمادہ تھی۔ ہندوستان میں کانگریس کی بنیاد قائم ہو چکی تھی، مسلم لیگ وجود میں آ چکی تھی اور مسلمان برخلاف ہندوؤں کے ملکی مسائل کو ثانوی حیثیت دیتے تھے اور سرسید کی تعلیمات کے زیر اثر ۔ لیکن مولانا کا نظریہ اس کے برعکس تھا کہ آپس میں اتحاد پیدا کر کے فرنگی تسلط کو اکھاڑ پھینکا جائے لیکن وہ اس حقیقت سے بھی بے خبر نہ تھے کہ اس پر فیصلہ کرنا بچوں کا کھیل نہیں ہے وہ راہ ہے جس میں شرط اول قدم آں ست کہ مجنوں باشی ہذا ملک کی آئندہ سیاست کے لئے مولانا کے سامنے جو نقشہ تھا وہ تعمیر سے تخریب کی، ان کا نظریہ یہ تھا کہ جب کوئی ڈھانچہ اتنا بگڑ جائے کہ اس کی اصلاح ممکن نہ ہو تو ضرورت اس امر کی ہے کہ پہلے اس ڈھانچہ کو توڑ دیا جائے اور پھر از سر نو تعمیر کی جائے۔

یہی وہ اصول کار تھا جس کے پیش نظر مولانا نے سب سے پہلے مسلمانوں کے ذہن سے سید احمد خانی نقوش مٹانے کی کوشش کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ہندوستان اس وقت تک آزاد نہیں ہو سکتا ہے جب تک یہاں کی تمام آبادی بلا امتیاز مذہب و ملت کسی ایک مرکز مشترک پر متحد نہ ہو جائے۔ غرضیکہ مولانا کو تحریک آزادی میں کئی مرتبہ آہنی دیواروں کا بھی سامنا کرنا پڑا لیکن وہ عزم و ثبات کا پیکر ڈٹ کر میدان میں رہا اور بالآخر ہندوستان آزاد ہوا اور ان کی کوششیں رنگ و بار لائیں۔

جناب میں [illegible] الہلال کے بعد جب مولانا نے ۱۹۱۴ء میں البلاغ جاری کیا تو اس کا نصب العین بھی وہی تھا لیکن طریق البلاغ دوسرا تھا [illegible] لیکن رخ دوسرا تھا [illegible] الہلال جس کا مقصد [illegible] اور البلاغ [illegible] البلاغ کو ایک پیام، سیاسی تھا اور البلاغ فکری تحریر اور روحانی عزم و ثبات کا پیام [illegible] مولانا کی تمام خصوصیات [illegible] سیاسی وقت [illegible]

ہمارا افلاطون

از: ——————— (اسعد ... ندوی)

ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی!

[illegible]

عالمی شہرت یافتہ فلسفی ... [illegible] ... گزرے ... کا مرتبہ رکھتا تھا کہ ... یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں ان کو دیکھ کر ... خیال آیا کہ ... ہماری صفوں میں بھی کوئی صف اول کا فلسفی ہے ... ایک ... کو ... خاموش ... نیک ... کے پردے پر ایک تصویر ... مولانا ...

عبد الباری ... ندوی ... فلسفی کا نام ... ہونے لگا لیکن ... تھا کہ یہ ... زوال ہے ... اس علیم فلسفی کو ... آدم ... چھوڑ جانے کے لیے ... پڑے گا ... اتفاق تھا کہ انتقال سے ... بیشتر والد مرحوم کے ساتھ مولانا مرحوم کی ... شفقت ... موسوم ... سعادت ... کا اتفاق ہوا تھا ... سعادت ... کہ ... ہمارا یہ فلسفی ... مزاج ... ذوق ... کی ... فلسفے کی ... ختم کر رہے ہیں ... گیا ہے ... سعادت میں قدم رکھنے کے بعد ... سامان کا اندازہ ہو رہا تھا ... چارپائی پر ... کا ... ڈھانچہ ... تھا جس نے فلسفہ کی دنیا کو ... میں ... مولانا کو دیکھ کر ... جدید ... فلسفہ ... کے ... مرعوب ... تھا ... مولانا کی ... تیزی سے ... ہوئے ... اور ... ہوں کہ مولانا کے ... ایک ... شخص کی شناخت ... مولانا کو ... مسلم ... کے سامنے ... فلسفی ہو سکتے ہیں ... جن کے ... فلسفہ اسلام ... مذہب و عقلیات ... آپ خود فیصلہ کیجئے کہ ... فلسفی ہے ... مولانا کی ... ندوی ... مذہب و عقلیات ... مولانا ... اسلام ... مولانا ... کا ... آخری ایام ... کے ...

کہا جا رہا ہے کہ یہ شخص کلام اللہ کی روشنی میں جدید فلسفہ بہترین طریقے سے پڑھا سکتا ہے ... بہرحال ہمارے اس فلسفی سے متاثر ہو کر آنے کچھ ہی دن ہوئے تھے کہ اچانک ایک دن معلوم ہوا کہ ہمارا یہ افلاطون اپنی آخری منزلیں طے کر چکا ہے۔ کتنا بڑا المیہ ہے کہ جس روز ہم ... آرام ... کی طرف مولانا کو لئے ہوئے لکھنؤ کی سڑکوں سے گزر رہے تھے کہ ایک صاحب آگے بڑھتے ہیں اور مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ جناب یہ کس کا جنازہ ہے تو میں نے کہا کہ یہ مولانا عبد الباری صاحب ندوی کا جنازہ ہے اس کے بعد وہ اپنی راہ لے لیتے ہیں ایک تو عدم واقفیت اور دوسری چیز یہ عدم التفات ...

کچھ لوگوں کو تو جو کہ ہے یاد ہی سے پہلے ... کاموں میں مشغول دیکھا فرض کفایہ کا مطلب یہ تو نہیں کہ ہم مروت کے ... ذہنوں سے ... جائیں ... بہرحال جب کوئی قوم زوال کا شکار ہوتی ہے تو ... گرنے لگتی ہے ... وقت ... ہندوستانی مسلمانوں کے ... ہیں اس ... کی میراث کے لئے ... کوئی نئی قوم ہی ... جائے گی۔ العیاذ باللہ

یہ حال ہمارا یہ افلاطون زندگی کے آخری ایام میں ... کر رہا ہے ... جس قوم نے ... جوہری کی قدر نہیں کی ... اب آئیے ہمارے اس عظیم فلسفی کے ... پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے چلیں۔

ہمارا یہ فلسفی مقام ... ضلع بارہ بنکی کے ... خاندان سے تعلق رکھتے ... کا ... تھا آنکھیں کھلنے ہی ... کی ... نے فیصلہ کیا کہ اس ... کی ... عبد الباری ... کی ... ہوئی ... کیا ... جب ندوۃ العلماء نے ... طلب ... کیا ... فلسفی کا ... اس کو ...

ہے، جب اس گوہر نایاب کو وقت کا یہ عزت پوری جانفشانی سے جوہر آبدار بنانے لگا۔ علامہ مولانا ... حسن ... ٹونکی کے ... اس فلسفی کا حال ... آگے بڑھنے لگا ... تھا ... تعلیم ... مولانا محمد ادریس نے اور مولانا ... الرحمن نے بھی ہمارے اس فلسفی کے بنانے میں اہم کردار ادا کیا تھا ... ہمارا یہ فلسفی اپنے ... علم کے مختلف چشموں سے سیراب ہوتا رہا ہے لیکن علم کی ... میں سب سے زیادہ ہمارے اس افلاطون کو جن علما نے بنایا تھا وہ درج ذیل ہیں:

1. مولانا محمد ادریس نگرامی
2. علامہ شبلی نعمانی
3. مولانا سید ... علی
4. مولانا حسین احمد مدنی
5. مولانا فاروق چریاکوٹی
6. مولانا حفیظ اللہ
7. مولانا اشرف علی تھانوی
8. مولانا حبیب الرحمن خان شروانی
9. مولانا ... الرحمن
10. قاضی ... حسین
11. ... صاحب
12. ... احمد صاحب

دار العلوم ندوۃ العلماء سے فراغت کے بعد سلطانپور ہائی اسکول ... دکن کالج میں ... لیکچر ... ہے ... جامعہ عثمانیہ ... میں فلسفہ کا پروفیسر ... "برکلے" "ہیوم" "جیمس" "... " ... وغیرہ ... اور ... کی کتابیں ... ہمارے فلسفی کے ہاتھوں اردو کا ... کر سامنے آئیں ... فلسفہ ... اس ... ایک ... سب سے زیادہ ... ہمارے فلسفی ... فلسفہ ...

تاریخ پر بھی ایک کتاب ترتیب دے رہے ... گزرتے ... رہ گئی۔

تصنیف وتالیفات:

1. مذہب وعقلیات
2. جدید نفسیات
3. تجدید معاشیات
4. تجدید تصوف وسلوک
5. تجدید تفسیر وتبلیغ
6. جامع المجددین
7. مبادئ علم انسانی
8. فہم انسانی
9. مقالات برکلے
10. مقالات ڈیکارٹ

ہمارے فلسفی کے بارے میں مشاہیر کی آراء:

1. ... لوگوں کے ہاتھوں فلسفی اسلام لاتے ہیں لیکن فلسفہ اس شخص کے ہاتھ مسلمان ہو چکا ہے۔
(... صباح الدین عبد الرحمن ...)
2. یہ کلام اللہ کی روشنی میں جدید فلسفہ بہترین طریقے سے پڑھا سکتا ہے۔
(علامہ اقبال)
3. مذہب وعقلیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کی فلسفہ میں کتنی گہرائی تک رسائی تھی۔
(مولانا ابو الحسن علی ندوی)
4. سائنسدانوں اور فلسفیوں کو سجدہ ریز کرانے والا شخص۔
(...)
5. دور جدید کا مسلم علم وفن کا مجسم۔
(مولانا سید سلیمان ندوی)
6. فلسفی کہلانے کے مستحق مولانا عبد الباری ندوی ہیں۔
(...)
7. اسلامی تاریخ کا ... ۔
(... سلطان جہاں بیگم)
8. مولانا عبد الباری کو ذہانت کے ساتھ ساتھ ... ذوق بھی وافر مقدار میں ملا تھا۔
(مولانا ابو الحسن علی ندوی)
9. مذہب وعقلیات اسلام کے لئے ایک آہنی قلعہ ہے۔
(مولانا اشرف علی تھانوی)
10. ... اس دور مادیت ... غزالی کی سی طبیعت رکھنے والا ... علامہ سید سلیمان ندوی اور ... عبد الباری ندوی۔
(...)

(بقیہ صفحہ ...)

Regd. No. [redacted] LW/NP 56 FORTNIGHTLY Phone : 22948

TAMEER-E-HAYAT

Daruluioom Nadwatululama, Lucknow (India)

تعمیر حیات

جو گذشتہ تیرہ سال سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (مدظلہ) کی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے۔
جس نے ملک کے دینی، علمی، ادبی اور ثقافتی حلقوں میں ممتاز مقام حاصل کر لیا ہے۔

قرآن مجید کا حیات آفریں پیغام ٭ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے دلنشیں ارشادات ٭ اہل اللہ کے موثر، سبق آموز حالات کے ساتھ تحریک ندوۃ العلماء کا تعارف ٭ دار العلوم ندوۃ العلماء کی علمی و تعلیمی سرگرمیوں ... اور عالم اسلام کے مستند واقعات پر مشتمل مضامین شائع ہوتے ہیں۔

٭ دنیا کے شب و روز ٭ ملک کے لیل و نہار ٭ اور ادب و شعر۔ اس پر مستزاد ٭ دلکش طرز بیان ٭ دلآویز گٹ اپ ٭ معیاری کتابت ٭ خوبصورت آفسیٹ طباعت۔ ... کے اوصاف پر ...

٭ "تعمیر حیات" نے حلقۂ اشاعت کی وسعت کے پیش نظر اپنی قیمت اصل لاگت سے کم کر رکھی ہے ٭ اہل علم، اہل تجارت اور عوام میں یکساں مقبول ہے ٭ آپ کی تجارت کے فروغ میں مدد دیتا ہے۔

خط و کتابت کا پتہ: منیجر تعمیر حیات، پوسٹ بکس نمبر ۹۳ ندوہ۔ لکھنؤ 226007

نرخ اشتہارات

عارضی	(ایک کالم ایک سینٹی میٹر)	-/3 روپے فی سینٹی میٹر فی کالم
مستقل	(۱۰ اور اس سے زائد سینٹی میٹر)	-/2/50
پورا اندرونی صفحہ		-/300 روپے فی اشاعت
نصف اندرونی صفحہ		-/160
چوتھائی		-/90
ٹائٹیل کا آخری صفحہ (رنگین)		-/350
نصف		-/200
چوتھائی		-/125

طباعتی تفصیلات

پورا سائز	۲۵ × ۳۸ سینٹی میٹر
سائز با اعتبار طباعت	۲۰ × ۳۰ سینٹی میٹر
کالم	۲
زبان	اردو
طباعت	فوٹو آفسیٹ
شرح خریداری	سالانہ ۱۲ روپے (اندرون ملک)
	ششماہی ۷ روپے
	فی پرچہ ۵۰ پیسے

رانا ٹرانسپورٹ کمپنی

فون نمبر ۳۴۳۷۸۰ ۳۴۴۱۴۸

۲۱۔ زکریا اسٹریٹ کلکتہ ۷۳

اتر پردیش، مدھیہ پردیش، دہلی، بمبئی

بنارس، الہ آباد، لکھنؤ، کانپور، پٹنہ، جلپور، آل انڈیا ٹرک

دورِ حاضر کی بہترین گھریلو دوا

نورانی تیل

ہر قسم کے جسم کے درد، چوٹ، زخم، جلے کٹے کی بہترین دوا

جعلی ٹریڈ مارک اور نقلی لیبل کے دھوکے سے ہوشیار رہیں۔

...کمپنی ...

استانیوں کی ضرورت ہے

جن کا علم ... قرآن و دینیات ... بچوں کے لئے استانیوں کی ضرورت ہے۔ مناسب تنخواہ ... رہائش کا انتظام ... کیا جائے گا۔ ... کے ساتھ درخواست بھیجیں۔

...

معدہ، جگر، اعصاب اور گردوں کو طاقت دیتی ہے۔
بیماری کے بعد کی کمزوری کو جلد دور کرتی ہے۔

دواخانہ طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڑھ